علینہ اور میں

فرحانہ ناز ملک

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

فرحانہ ناز ملک

ناولٹ

"آ...." حلق سے برآمد ہوتی یہ چیخ اتنی دلدوز اور دہشت ناک تھی کہ آسیہ کچن کا دروازہ کھولتے کھولتے پلٹ آئیں۔

"الٰہی خیر!" اس کا کمرا دس قدم کے فاصلے پہ تھا۔ آسیہ نے تیز گام کی طرح چار قدموں میں پاٹا۔

"کیا ہوا...؟"

"اپنے بیڈ پر وہ سکتے کی کیفیت میں تھی۔ آسیہ نے حواس سنبھال کر پوچھا۔ ساتھ ہی چہار اطراف نظریں گھمائیں۔ سب کچھ ٹھیک تھا' کم از کم حواس باختہ کردینے والا کچھ نہیں تھا۔

"میں پوچھ رہی ہوں' چیخیں کیوں؟ کوئی چھپکلی دیکھ لی تھی کیا۔" اس کا سکتہ ٹوٹنے میں نہ آیا تو انہوں نے جھنجلاتے ہوئے باقاعدہ اسے جھنجھوڑدیا۔

"یہ...." کہتے ہوئے اس نے اپنے سامنے رکھی فارما کی پریکٹیکل نوٹ بک اٹھا کر ان کے سامنے کردی۔ شکل رو دینے والی ہو رہی تھی۔ کچھ نہ سمجھتے ہوئے آسیہ نے نوٹ بک کے کھلے ورق پر خاصے اشتعال سے نظر دوڑائی۔ جس پر مشہور زمانہ کارٹون ڈونلڈ ڈک بے حد مہارت سے بنایا گیا تھا۔

"یہ تم بنا رہی تھیں؟" انہیں فی الفور غصہ آگیا۔ یعنی میڈیکل کی سخت پڑھائی کا بہانہ اندر صادقین کی روح کو تسکین پہنچاتی .... جا رہی تھی۔

"یہ میں نے شہریار کو دی تھی کمپلیٹ کرنے کے لیے۔ اس نے یہ بنادیا۔"

آخری جملہ بعد میں ادا ہوا' آنسو پہلے نکل آئے۔

آسیہ نے مسکراہٹ دبائی۔

"اچھا بس... میں بات کروں گی شہریار سے۔ تم بھی اب سمیٹو بہت رات ہوگئی ہے۔"

"آپ دیکھیں تو... یہ کوئی بات ہے۔ خود مجھے کہا بنادوں گا اور ایسی گھٹیا...."

"میں نے کہا ناں! میں صبح بات کروں گی اس سے۔ تم اب اپنا خون مت جلاؤ۔ سوجاؤ شاباش۔"

آسیہ نے خود ہی اس کے بیڈ پر پھیلی کتابیں سمیٹنا شروع کردیں۔ وہ خود بھی تھک چکی تھی مگر احتیاطاً" فارما کی پریکٹیکل نوٹ بک چیک کرنے کا خیال آیا تو اندر ڈی ڈی مسکراتا ملا۔

"آپ اس سے بات نہیں کریں گی... کان کھینچیں گی اور دیکھیے گا' میں بھی اس کا وہ حشر کروں گی کہ سات پشتوں کو میرے نام سے ڈرائے گا۔"

آسیہ جب تک اس کا مال و متاع سمیٹ کر ماتھے پر بوسہ دے کر کمرے سے باہر نکلیں' وہ اندر کی کھولن نکالتی رہی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوئی مذاق تھا' اس کی پریکٹیکل کی نوٹ بک تباہ کر دی تھی۔ اگر وہ چیک کیے بغیر مس عائشہ کو تھما آتی تو۔ آگے کا حشر سوچنے سے پہلے وہ شہریار کی خیالی درگت بنانے لگی۔

☼ ☼ ☼

آج اسد کا برتھ ڈے تھا اور ہمیشہ کی طرح وہ لاؤنج میں صوفے پر اداس بیٹھی' اسد کی جدائی کے دنوں کا اعداد و شمار کرنے میں مصروف تھیں۔ جب جمیل صاحب ہاتھ میں موبائل تھامے' تیزی سے داخل ہوئے۔

"لیجیے۔ بات کیجیے اپنے لاڈلے سے' ہم سے تو بھئی غیروں کی طرح ہوں ہاں کے علاوہ کچھ اور کہنا شان کے خلاف سمجھتا ہے۔" شائستہ کا چہرہ آن کی آن میں کھل گیا۔

"صاحبزادے کے لیے تو مما بھی آپ ہیں اور ڈیڈی بھی آپ۔" ٹھنڈی آہ کھینچتے ہوئے جمیل صاحب صوفے کے کنارے پر جا بیٹھے۔ شائستہ کے لیے اس طنز کی کیا اہمیت و حیثیت' جب اسد بات کر رہا ہو۔

"اسد میری جان!" ضبط کرتے کرتے بھی لہجہ روہانسا ہو گیا۔

"السلام علیکم مما۔۔۔! کیسی ہیں؟" اسد کی بھرپور مردانہ آواز ممتا کی تشنگی بڑھا گئی۔ ہمیشہ یہی ہوتا تھا۔ وہ بات کر کے خوش و مطمئن ہونے کے بجائے اور بے چین و مضطرب ہو جاتی تھیں۔

"وعلیکم السلام۔ جیتے رہو' خوش رہو۔ اب یاد آئی ہوں؟" ہلکا سا شکوہ اسد کے قہقہے میں دب گیا۔

"اصولاً" آپ کو یاد کرنا چاہیے تھا۔ آفٹر آل آج کا دن میرا ہے۔"

"کیا کروں۔ کتنی بار تو کوشش کی کال ہی نہیں مل رہی تھی۔" وہ حسب عادت پشیمان ہو گئیں۔

"اٹس او کے۔ آپ کریں میں کروں ایک ہی بات ہے۔" شائستہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اسد کے چھوٹے چھوٹے جملے انہیں توانا کر دیتے تھے۔ جمیل صاحب بیوی کے چہرے سے جذبات پڑھتے ہوئے محظوظ ہونے لگے۔

"اب طبیعت کیسی ہے؟" اچانک ہی اسد کی طبیعت یاد آ گئی۔ اسد کو دو دن پہلے بخار ہوا تھا۔

"اب تو بالکل ٹھیک ہوں مما! ڈونٹ وری۔"

"کیسے نہ فکر کروں' ذرا خیال نہیں رکھتے ہو اپنا۔" خفگی سے کہتے ہوئے جمیل صاحب کو بھنویں سکوڑ کر دیکھا۔ "بالکل اپنے باپ جیسے ہو' لاپروا اور سست۔" جمیل صاحب نے ضرورت سے زیادہ آنکھیں پھاڑ لیں۔ وہ مسکین خواہ مخواہ گفتگو کے بیچ آ گئے تھے۔

"پتا نہیں کب واپس آؤ گے۔ آج کل' آج کل سنتے سنتے اتنے سال ہو گئے ہیں۔"

"کوشش تو کر رہا ہوں مما۔ آپ بس دعا کریں۔"

"ساری دعائیں تمہارے لیے ہیں۔" شائستہ کا لہجہ محبت و شفقت سے مغلوب ہو گیا۔

"تھوڑی سی شہریار کے لیے بھی بچا رکھیں۔" جمیل صاحب کی سنجیدہ بڑبڑاہٹ اتنی تیز تو ضرور تھی کہ شائستہ تک پہنچ جائے۔

"اپنا خیال رکھنا' ٹھیک ہے' اللہ حافظ۔" موبائل آف کر کے جمیل صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے شائستہ نے حسب عادت انہیں گھورا۔

"آپ کا بھی جواب نہیں بیگم صاحبہ!" شائستہ نے آنکھیں سکوڑ کر ناگواری سے دیکھا۔

"شہریار جھوٹ نہیں کہتا۔ غلطی ایک کی ہو۔ آپ سارے گھر کو سمیٹ لیتی ہیں۔"

شائستہ کی برہمی میں اضافہ ہو گیا۔ جمیل صاحب جانتے بوجھتے شرارت پہ آمادہ رہے۔

"جیسے اب۔ طبیعت کا خیال آپ کا بیٹا نہیں رکھتا اور طعنہ رہی تھیں اسے باپ سے۔"

"توبہ ہے۔" تنگ آ کر وہ کھڑی ہو گئیں۔

"ذرا سی بات پکڑ کر بیٹھ گئے۔ پورے کے پورے عورتوں پر گئے ہیں۔" ناگواری بھری بڑبڑاہٹ جمیل

صاحب کو پلٹانے پر مجبور کر گئی۔

"بیٹا مجھ پر۔ میں عورتوں پر۔ لاحول ولا۔" وہ بلند آواز میں بڑبڑائے۔

☼ ☼ ☼

شہریار کی خیالی درگت زیادہ دنوں تک نہیں بنانی پڑی۔ دو دن بعد وہ سامنے تھا۔ علینہ نے ضرورت سے زیادہ باچھیں پھیلا کر استقبال کیا تو اس کا ماتھا پیں ٹھنک گیا۔

"چائے۔" خالی مسکراہٹ نہیں' اگلے پل وہ لہرا لہرا کر زبردستی کی مہمان نوازی پہ اتر آئی تو شہریار کے دماغ میں ہنگامی سائرن گونجنے لگے۔

"آ۔ نہیں۔ میں۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا' مگر کہنے ہی نہیں دیا گیا۔

"کیوں نہیں۔ میں ابھی بنا کر لائی۔" وہ جھپاک سے کچن میں جا گھسی۔

"گڑبڑ ہے شہریار بیٹے!" پہلے وہ کچن کے کھلے دروازے کو مشکوک نظروں سے گھورتا رہا۔ پھر جب آنکھوں کے سامنے چائے میں زہر کی پڑیا ملاتی علینہ لہرائی تو دہل کر علینہ کے سر پہ جا پہنچا۔ وہاں چولہے پہ دودھ' پتی' چینی ایک ساتھ کیتلی میں ابل رہی تھی اور علینہ اسے کپ میں ڈالنے کے لیے ساز و سامان سے لیس کھڑی تھی۔

"یہاں کیوں آ گئے؟ میں بس لا ہی رہی تھی۔" لہجے میں شیرنی ہی شیرنی تھی۔ خالصتاً" ان بیویوں جیسی جنہیں فرمائش پوری کروانے کے لیے ان ہتھیاروں کا استعمال کرنا بخوبی آتا ہو۔ شہریار کو آس پاس ہی نہیں پیٹ میں بھی گڑبڑ محسوس ہونے لگی۔

"اچھا میں باہر بیٹھا رہتا اور یہاں تم چائے میں ڈی ڈی ٹی یا چوہے مار دوا گھول لیتیں؟ میں یوں بے خبری میں اپنی جان دینے والا نہیں' شکل سے ضرور شریف اور معصوم لگتا ہوں مگر۔"

"چائے۔" اس کی نان اسٹاپ خدشاتی اور جلاتی تقریر علینہ کی غراہٹ تلے دب گئی۔ وہ چائے کا لبالب کپ عین اس کی آنکھوں میں سامنے لے آئی' اس کے رونگٹے۔ کھڑے ہو گئے' یہ گرم گرم چائے چھلک جاتی تو منہ فتح منہ ہو جاتا۔

"اتنی کم ظرفی سے صرف تم ہی سوچ سکتے ہو۔ میں یہاں نیک نیتی سے چائے بنانے آئی تھی۔ تمہاری طرح تخریب کاری کرنے کا نہ شوق ہے' نہ عادت۔ اب پکڑو چائے۔"

کپ ابھی تک خطرناک پوزیشن میں تھا۔ شہریار نے آنکھوں کے ڈیلے گھما کر عین سامنے کسی بندوق کی طرح تنے کپ کو دیکھا اور پھر انہی ڈیلوں میں الجھن سمو کر دل کی سردار کو۔ دل کر رہا تھا کپ پکڑ لینے میں کوئی قباحت نہیں۔ مگر دماغ کے سائرن ہنوز بج رہے تھے۔

"تمہیں پتا ہے مجھے چائے کے نام پر یہ ملغوبہ پینا بالکل پسند نہیں۔ میں سیپریٹ چائے پینے کا عادی ہوں۔" اس نے بیچ کی راہ نکالنے کی لولی لنگڑی کوشش کی۔

"تمہیں بھی پتا ہے مجھے چائے کے نام پر مذاق پینا پسند نہیں۔" اس کا بے مروت اشارہ اس کی پسندیدہ چائے کی طرف تھا۔

"میں دودھ پتی پیتی ہوں اور ملغوبہ بنا کر پیتی ہوں اور مت بھولو ہمیشہ تمہیں بھی یہی پلاتی ہوں۔"

کہنے کے ساتھ ہی نہایت سفاکی سے اس نے پرچ کو ایسے تین جھٹکے دیے کہ اس پر رکھا کپ تو چھلکا ہی' شہریار کا دل بھی حلق میں آ گیا۔ عذاب کی موت مرنے سے بہتر تھا' چائے کا کپ لے لیا جائے۔ اگلے پل نہایت شرافت سے کپ تھاما۔ علینہ نے باقاعدہ ہاتھ جھاڑ کر اس کے جلے جی کو مزید آنچ دکھائی۔ کینہ توز نظروں سے اسے گھورنے کے بعد چائے کا بڑا سا گھونٹ بھرا اور اگلے ہی پل فوارے کی طرح باہر نکال دیا۔ علینہ ہونٹ سکوڑے' آنکھوں میں فتح کا نشہ لیے سنجیدگی سے گھورتی رہی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ چائے ہے یا زہر؟" کپ سلیب پر پٹخ دیا' غنیمت رہی ٹوٹا نہیں۔

"نہ چائے' نہ زہر۔ یہ سزا ہے۔" علینہ کے اطمینان میں سرمو فرق نہ آیا۔

"مجھے کیوں دی؟" نمک ملی چائے دماغ کے سائرن کبھی نہ بجنے کے لیے بند کر گئی تھی۔

"کیونکہ تم اس کے حق دار ہو۔"

"ابھی بتاتا ہوں پھپھو کو۔" صدمے کی جگہ تلملاہٹ نے لے لی۔

"میں نے بھی اپنی پریکٹیکل ٹیک دکھادی تھی امی کو۔"

"اف۔ آئی سی!" شہریار کی تلملاہٹ فوراً" رفو چکر ہوئی۔ ہونٹ مسکرا اٹھے۔

"اس پر تو تمہیں مجھے داد دینی چاہیے تھی۔۔۔ میں نے اتنا کمال کا پورٹریٹ بنایا تھا تمہارا۔"

اب کے تلملاہٹ علینہ پہ حملہ آور ہوئی۔

"داد تو تمہیں ماموں اور مامی دیں گے' جب میں ان کو بھی دکھاؤں گی۔ نہیں دل کر رہا تھا تو نہ بناتے' ایسا گھٹیا مذاق تو نہ کرتے۔ مس عائشہ میری بے عزتی کر ڈالتیں۔"

آخری جملہ ہونٹ لٹکا کر ادا کیا۔ شہریار نے جی بھر کر دیکھنے کے بعد نرمی سے سوری کہہ دیا تو جیسے اس کا غم و غصہ ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ شہریار نے فریج سے پانی کی بوتل نکال کر گلاس بھرتے ہوئے اسے پھر سے شاکی انداز میں دیکھا۔

"ویسے ہو بہت بری تم۔"

"کیا بہت کڑوی تھی۔" نرمی سے پوچھا گیا۔

"پی کر دیکھ لو۔" وہ چڑ گیا۔

"سوری۔۔۔" ہونٹ لٹک گئے۔

گلاس رکھنے کے بعد وہ قریب آکر اس کی آنکھوں میں سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔ اس کا یوں بھرپور انداز سے دیکھنا' علینہ کا کام تمام کر رہا تھا۔ ابھی بھی وہ گھبراہٹ کا شکار ہونے لگی۔

"اچھا چھوڑو۔۔۔ میں نے کدو کا حلوہ بنایا ہے' وہ چکھاتی ہوں تمہیں۔" گھبراہٹ کو مصنوعی جوش سے چھپانا چاہا۔

"کدو کا حلوہ۔" شہریار نے منہ کے زاویے بگاڑے۔

علینہ فریج سے ڈش نکال لائی۔ شہریار نے اس کے ہاتھ سے ڈش لے کر سلیب پہ رکھی اور نہایت اطمینان و فرصت سے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"تم سے کس نے کہہ دیا میرے دل کا راستہ معدے سے ہو کر گزرتا ہے۔" مخمور' دھیما لہجہ' علینہ کی گھبراہٹ عود کر آئی۔

"تمہیں ان پیچیدہ راستوں سے گزرنے کی ضرورت نہیں۔ تم ڈائریکٹ دل پر لینڈ کر چکی ہو ڈارلنگ۔" کبھی کبھی اس پر رومانس کا دورہ پڑ جاتا تھا۔ علینہ پھر بری طرح گھبرا گئی۔

"وہ۔۔۔ مجھے لگتا ہے امی بلا رہی ہیں۔"

شہریار نے ہنستے ہوئے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کرلی۔

"کیا مصیبت ہے' انسان ہو یا جنگلی۔" چھڑانے کی کوشش رائیگاں گئی تو وہ جھنجلا گئی۔ شہریار نے اب کے شرافت سے ہاتھ چھوڑ دیے۔

"بدتمیز۔" کچن چھوڑنے سے پہلے اس نے کہا۔

"اب آئی ہو نا پٹری پہ۔" شہریار تادیر مسحور و مسرور کیفیت میں رہا۔

☆ ☆ ☆

"تو گویا۔۔۔" فرائی مچھلی رغبت سے کھاتے ہوئے جمیل صاحب نے شائستہ سے چھیڑ خانی بھی برقرار رکھی ہوئی تھی۔

"آپ کے صاحبزادے کو ماں' باپ پہ رحم آہی گیا۔"

"میرے صاحبزادے آپ کے کیا ہوئے؟" شائستہ قدرے خفا ہو گئیں۔ اسد سے ان کی بے پایاں محبت باقیوں کے لیے مذاق بن گئی تھی۔ ایسا صرف انہیں لگتا تھا۔

"ڈیڈی! آپ میری ممی کو خوامخواہ مت تنگ کیا کریں۔" شائستہ کا پھولا ہوا چہرہ دیکھ کر شہریار نے گویا وارننگ دی۔

"پھر کیا کروں!" جمیل صاحب باز آنے والوں میں سے نہیں تھے۔

"میں آجاؤں؟" قبل اس کے کہ شائستہ کوئی جواب دیتیں۔ علینہ کی چہکتی آواز نے سب کو متوجہ کرلیا۔

"آپ اندر آچکی ہیں۔" شہریار کی نگاہیں مسکرانے لگی تھیں مگر بظاہر سنجیدگی سے کہا۔

"السلام علیکم۔" زوردار سلام جھاڑتے ہوئے بے تکلفی سے ان کا حصہ بن بیٹھی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔ آج ہماری بیٹی کیا لائی ہے؟" جمیل صاحب اس کی لائی ہوئی ڈش کا بے صبری سے معائنہ کرنے لگے۔

"تمہارا اپنا کوئی گھر ہے؟ جب دیکھو ہمارے گھر میں گھسی رہتی ہو۔" شہریار نے بلا ارادہ چھیڑا۔

"میرے ماموں' مامی کا گھر ہے' تمہیں کیوں تکلیف ہو رہی ہے؟" اس نے لاڈ سے شائستہ کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"تمہارا یہ الم غلم کھا کر میرے' ڈیڈ کو جو بدہضمی ہوگی وہ۔۔۔" شہریار کا اشارہ اس کی بریانی کی طرف تھا۔

"نہیں یار۔۔۔! بہت مزے کی ہے' کھا کر دیکھو!" جمیل صاحب یوں شوق سے کھا رہے تھے۔ جیسے پہلے کبھی بریانی کھائی ہی نہ ہو۔

علینہ کا موڈ آف ہو گیا۔ جواب دینے کے بجائے ہونٹ سی لیے۔ یعنی شدید ناراضی کا اظہار۔

"تمہاری یہ کوکنگ کلاسز میرے ممی' ڈیڈی کے معدے تباہ کردیں گی۔"

"مامی۔۔۔ سمجھایئے نا اپنے بیٹے کو۔" چیخ کر شائستہ سے مدد چاہی تو شہریار نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

"شہری! چپ کرو' کیا اول فول بولے جا رہے ہو۔" شائستہ نے اصلی غصہ دکھا ڈالا۔ شہریار نے سنجیدگی سے علینہ کو دیکھا' پھر مکمل طور پر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کھانا کھا کر کھڑا ہوا۔ اور اسے نظرانداز کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ علینہ کا دل جیسے سکڑنے لگا۔

"علینہ۔۔۔" وہ آنسو ٹپکانے ہی لگی تھی کہ شہریار کی آواز پر فوراً" سر اٹھایا۔

"جانے سے پہلے میری دھن سنتی جانا' نئی بنائی ہے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ بھی مسکرا دی۔

☆ ☆ ☆

شہریار کا کمرا معمول کی طرح نفاست و قرینے کا آئینہ دار بنا ہوا تھا۔ اسے وہاں آکر ایک عجیب و خوشگوار سا اپنا پن محسوس ہوتا۔

"شہری یہ۔۔۔ اسد بھائی خاصے دہشت ناک لگتے ہیں۔" دیوار پر شہریار اور اسد دونوں کی بڑی سی تصویر آویزاں تھی۔

"خبردار۔۔۔" اپنے گٹار کی تاروں کو چھیڑتا شہریار مصنوعی دھاڑا۔ "میرے بھائی کی شان میں گستاخی نہیں کرنا۔"

"یہ وہی بھائی ہیں' جنہوں نے بچپن میں دوبار تمہارا سر پھاڑا تھا اور دونوں مرتبہ بے قصور ثابت ہوئے تھے۔"

وہ جتا رہی تھی۔ اسد کا پھنے خان روپ اسے کبھی نہیں اچھا لگتا تھا۔ کزنز کے بیچ یوں رہتا جیسے کہیں کا راجہ اندر ہو۔۔۔ کزنز تو کیا شہریار کو بھی کسی گنتی میں نہیں رکھتا تھا۔ "میں۔۔۔ اور صرف میں" کے گرد اس کی دنیا تھی۔

"اب نہ وہ بچپن رہا' نہ وہ حالات۔" شہریار کے لہجے میں لاپروائی تھی۔

"اور ابھی تم اس گھر میں آئی نہیں ہو' ہم بھائیوں میں پھوٹ پہلے ڈالنے لگیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بھائی چیچہ گیری چھوڑو اور اپنی دھن سناؤ' مجھے گھر بھی جانا ہے۔ پہلے ہی دیر ہو گئی۔" علینہ نے ثبوت کے طور پر دو' چار جمائیاں بھی لے ڈالیں۔ ابھی وہ گلا کھنکار کے دھیمے سے گٹار کے سر چھیڑنے ہی لگا تھا کہ وہ چلائی۔

"انگریزی کا جو متروک ہو چکا ہے میوزک۔۔۔ پھر سے ویسی دھن تو نہیں بنائی؟"

شہریار کو گٹار بجانا بھول گیا۔ ہمیشہ ہی رنگ میں بھنگ ڈالنے والی زبان بولتی تھی وہ۔ وہ پوری طرح سے ناراض ہو گیا۔

"قسم سے سن کر ایسے لگتا ہے جیسے میرے ارد گرد بدروحیں ناچ رہی ہوں۔"

پھولے ہوئے منہ کے ساتھ شہریار نے گٹار واپس رکھ دیا۔ علینہ کی ہنسی بھی زہر لگ رہی تھی۔

"سوری' سوری' سوری۔" ہنسی ضبط کرتے ہوئے اپنے کان پکڑ کر ایک ہی لفظ کی گردان کرتی وہ اس کے قریب پہنچی۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ جاؤ اب۔۔۔ تمہیں دیر ہو رہی ہے۔" وہ پوری سنجیدگی سے بولا۔

"کہا نا سوری' مذاق کر رہی تھی۔"

"اپنے پاس رکھو اپنا سوری' مجھے نہیں چاہیے' جہاں میں اپنے دل کی بات کہنے لگوں' تمہیں مذاق سوجھ جاتا ہے۔"

"آئندہ نہیں سوجھے گا۔ سچی۔۔۔ دیکھو!" گٹار اٹھا کر اس کی گود میں رکھ دیا اور مزید لجاجت دکھائی۔

"اب مان بھی جاؤ' نہیں تو مجھے ساری رات نیند نہیں آئے گی۔" گٹار تھام کر شہریار نے اس کی پریشان صورت دیکھی اور اس کی چھوٹی سی ناک کھینچ کر گویا بدلہ چکایا۔

"میرا یہ سونگ تمہارے نام ہے۔"

دھن چھیڑنے سے پہلے اس نے جذباتیت سے کہا۔ علینہ کی جان میں جان آئی۔

☼ ☼ ☼

محبت کا یہ ان کہا احساس کسی خودرو پودے کی طرح کب ان دونوں کے دل کی زمین پر پروان چڑھا اور کیسے اس کی آبیاری ہوئی' انہیں نہ تو خبر ہوئی اور نہ ہی جاننے کی خواہش تھی۔ بس یہی کافی تھا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہو گئے تھے۔ ان کے بڑے بھی اس معصوم محبت سے آگاہ ہو گئے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے کتنے ضروری تھے' یہ بہت بچپن میں ہی سب کو سمجھا گئے تھے۔

جب اسد اور شہریار اپنے کزنز یا دوستوں کے ساتھ کوئی کھیل کھیلنا چاہتے تو علینہ بھی پہنچ جاتی۔ گھر میں وہ ایک ہی بچی تھی۔ آس پاس بھی اس کی ہم عمر کوئی لڑکی نہیں تھی۔ ایسے میں شہریار اور اسد سے قریبی رشتہ ہونے کی بنا پر وہ جب ان میں شامل ہونے کی خواہش کا اظہار کرتی اسد رکاوٹ بن جاتا۔

"لڑکوں میں کیوں آئی ہو؟ تمہیں یہاں کوئی لڑکی نظر آ رہی ہے؟ ہم نے نہیں کھلانا تمہیں۔" بنا لحاظ مروت کے وہ اپنی عادت سے مجبور غصیلے لہجے میں کہتا تو علینہ کی ہنسی وہیں گم ہو جاتی۔ اسد سے مرعوبیت کی وجہ سے باقی بچے بھی اسے کھلانے سے انکاری ہو جاتے۔ وہ ایک طرف آنکھوں میں آنسو بھرے بڑی آس سے انہیں دیکھتی رہ جاتی۔ تب شہریار اس کی اتری صورت اور گیلی آنکھیں دیکھ کر نرم پڑ جاتا اور اس کے ساتھ کھیلنے کے لیے دوستوں کو چھوڑ دیتا۔ اسد اور باقی بچوں کے ہاتھ مذاق آ جاتا۔

"یہ بڑا ہو کر لڑکی بنے گا۔" شہریار ذرا بھی نہ چڑتا پھر اسد خود چڑ جاتا۔ کبھی علینہ کی شامت اس کے ہاتھوں ہو رہی ہوتی تو کبھی شہریار کی خوامخواہ درگت بنائی ہوتی۔

شروع سے ہی وہ بہت گھمنڈی اور خود پرست بچہ تھا۔ ماں' باپ کی محبت پر صرف اپنا حق جتانے والا۔ شائستہ اگر شہریار کو اس کے سامنے "میرا چاند' میری جان" کہہ کر پکارتیں تو وہ شائستہ سے باقاعدہ ناراض ہو جاتا کہ آپ نے شہریار کو میری جان کیوں کہا' مجھے کیوں نہیں کہا؟ پہلے ہمیشہ ان دونوں کے لیے ایک جیسے کپڑے اور کھلونے لاتی تھیں۔ اسد اس پر بھی اعتراض کرتا پھر وہ مختلف لانے لگیں تو اسد کو شہریار کی

چیزیں پسند آ جاتیں مگر تب بھی اپنی چیز پر تو قابض ہوتا ہی۔ اس کی بھی ہتھیا لیتا۔ اس کی ضد ماننے میں شائستہ نے بھی پس و پیش سے کام نہیں لیا تھا۔ ایسا کرنے میں وہ شہریار کے ساتھ کتنی زیادتی کر جاتیں' یہ احساس جمیل صاحب کے بار بار دلانے پر بھی انہیں نہ ہوا۔ نتیجتاً" اسد خود سر اور ضدی ہوتا گیا تھا۔ شہریار کی چیزوں' کھلونوں پر ملکیت قائم کرنے کے بعد انہیں اپنے پاس بھی نہ رکھتا۔ توڑ پھوڑ دیتا' یا کسی اور کو دے دیتا۔ مگر شہریار کے پاس نہ رہنے دیتا۔

کئی بار اپنے قصور شہریار کے سر تھوپ کر اسے باقاعدہ سزا دلوائی۔ شہریار بھی بچہ تھا۔ پہلے بہت مغموم ہوتا' روتا' کتنی دیر تک دل گیر رہتا پھر شائستہ اور جمیل صاحب اسے کسی نہ کسی طرح سے راضی کر لیا کرتے۔

بہت نامحسوس طریقے سے علینہ' شہریار کے چھوٹے موٹے دکھ اپنے دل پر لینے لگی تھی۔ اسد جو کھلونا شہریار سے چھینتا۔ علینہ وہی کھلونا شہریار کی برتھ ڈے پر اس کو گفٹ کر رہی ہوتی۔ اسد' شہریار کو مارنے کے لیے لپکتا علینہ ڈھال بن جاتی۔ وہ علینہ کو دھکیلتا تو شہریار اسے سنبھالنے کو آگے بڑھتا۔ یوں اسد کے لیے علینہ بھی وہ چیز ہو گئی' جو شہریار کے نہیں' اس کے پاس ہونی چاہیے تھی۔

اب وہ ضد کرتا علینہ میری پارٹنر بنے گی۔ علینہ بدک جاتی۔ پرزور انکار کرتی' اسد' شہریار کو دھمکاتا۔

"یہ میری نہیں بنے گی تو میں ماروں گا اسے۔"

محض اس خوف سے کہ اسد' علینہ کو مارے نہیں' شہریار خود علینہ کی منت کرتا۔

"تم بھائی کی پارٹنر بن جاؤ۔ میں اور نوفل پارٹنر بن جاتے ہیں۔"

اور صرف شہریار کی خاطر وہ اسد کی پارٹنر بن جاتی۔ یہ الگ بات تھی ان کے پارٹنر واقف ہوتے کہ ایسا کرنے سے وہ دونوں بے توجہی سے کھیلتے تھے۔

یوں وقت گزرتا رہا۔۔۔ بچپن دور ہوتا گیا۔ اسد کی ضد' شہریار کا صبر اور علینہ کی جھنجلاہٹ برقرار رہی۔ یہاں تک کہ اسد اعلا تعلیم کے لیے لندن گیا اور وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ شہریار اور علینہ کے دلوں میں نمو پاتے محبت کے خودرو پودے کو جڑیں پھیلانے کے لیے فضا موافق مل گئی۔

☼ ☼ ☼

اسد کی آمد کے دن بھی آ گئے۔ وہ شائستہ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا مگر شہریار نے سختی سے منع کر دیا۔

"ماما اتنی خوشی سنبھال نہیں پائیں گی۔" شائستہ کی ممتا کا ہر رنگ اسد نے دیکھا تھا اور ان کے مزاج سے آشنا تھا شہریار۔

اسد حیرت انگیز طور پر مان گیا۔ اسے ایئرپورٹ سے جمیل صاحب اور شہریار لینے گئے تھے اور اب وہ تینوں آگے پیچھے لاؤنج میں داخل ہو رہے تھے۔ جہاں شائستہ ابھی بھی چہار اطراف ناقدانہ جائزہ لینے میں مگن تھیں۔ گھر کا نقشہ بدلا ہوا تھا۔ اس کی پسند ہر شے پر غالب تھی۔ شائستہ نے خود بھی اس کے پسندیدہ رنگ کی ساڑھی باندھ رکھی تھی۔

"ماما! آپ یہاں ہیں' میں سمجھ رہا تھا بھائی کے استقبال کے لیے گیٹ پر آ جائیں گی۔"

شائستہ نے شہریار کا مذاق سنا کہاں۔ وہ تو یک ٹک اس کو دیکھے جا رہی تھیں۔ قابل رشک قدو قامت' دلکش خدوخال' قیمتی لباس۔۔۔ شائستہ کی آنکھیں برسنے لگیں۔

"ارے مما! ایسا رونا یسورنا ویلکم؟" اسد نے ہنستے ہوئے انہیں خود سے لگا لیا' وہ کھل کر رونے لگیں۔ اسد ان کے سر کو نرمی سے سہلانے لگا۔

"میرا بیٹا آ گیا؟" وہ اسد کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر جیسے خود کو یقین دلانے لگیں۔

"بالکل پورا کا پورا۔۔۔ اور مما اندر تو آنے دیں۔ آپ نے تو دروازے پر ہی روک لیا۔" وہ لوگ ابھی لاؤنج کے دروازے سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ اسد کے احساس دلانے پر شائستہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے آئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میری مما۔" اسد نے اچانک شائستہ کے گرد بانہیں حمائل کر کے گویا اپنے کہنے کی تصدیق چاہی۔
"ہے نا؟"
"ہاں۔۔۔ صرف تمہاری مما۔" شائستہ روتے روتے ہنس دیں۔ جمیل صاحب نے فوراً شہریار کو دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے ماں بیٹے کے پیار سے محظوظ ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پہ محبت کے علاوہ کسی قسم کے تاثرات نہیں تھے۔
"یار۔۔۔ صاحبزادے کی ضد وہی ہے۔" جمیل صاحب نے تھوڑا آگے ہو کر شہریار کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ زور سے ہنس دیا۔ "آپ ادھر ادھر کی سوچنے کے بجائے یہ دیکھیے کہ بھائی کتنے ہینڈسم ہو کر آئے ہیں پہچانے بھی نہیں جا رہے۔"
"ہاں یہ تو ہے۔" اس بار جمیل صاحب نے فخریہ گردن تانی۔

☼ ☼ ☼

اسد سے ملنے کے لیے آسیہ اور فاروق تو اسی دن چلے گئے۔ علینہ تب گئی جب اسد کے اعزاز میں دوست احباب کو پارٹی دی گئی۔ اسد محفل کی جان بنا ہوا تھا۔ خاندان کی لڑکیاں شہد کی مکھیوں کی طرح اس سے چپکی ہوئی تھیں۔
"لگ رہے ہیں نا ہالی ووڈ کے ہیرو؟" وہ ایک طرف منہ بنائے بیٹھی تھی۔ جب شہریار نے قریب آ کر اپنا فخر جھاڑا۔
"مجھے تو نہیں ان کو ضرور لگ رہے ہیں جو ان کے گرد منڈلا رہی ہیں۔"
"تم ہمیشہ جلتی رہنا۔"
"میں کیوں جلوں گی، وہ بھی اس بندے کی وجہ سے جس سے میرا کوئی لینا دینا نہیں۔ ہاں اگر تمہارے گرد یہ منڈلائیں تو پھر دیکھنا حشر کروں گی اور تمہیں تو میں تو گنجا کروں گی۔"
"او ہو۔" شہریار اکتا گیا۔ "میں بھائی کی پرسنالٹی کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہوں۔" علینہ نے ذرا بھی دلچسپی نہ دکھائی۔
"ان کو دیکھ کر تو مجھے وہ دن یاد آ رہے ہیں جب میری دو پونیاں ہوتی تھیں اور ان کے گینڈے جیسے ہاتھ، جب تمہاری ہڈیاں ہوتی تھیں اور ان کے جیکی چن والے ایکشن۔"
"تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" شہریار جیسے آیا تھا ویسے چلا بھی گیا۔
"بڑا آیا بھائی کا چمچہ۔" وہ خود سے بڑبڑاتی رہی۔
پارٹی خیر و عافیت سے انجام پذیر ہوئی۔ رشتے دار، دوست سب چلے گئے، ایک ماسوائے آسیہ، فاروق لوگوں کے۔ فنکشن کے مٹے مٹے آثار باقی تھے۔ تھکاوٹ کسی کے بھی چہرے کی مہمان نہیں بنی تھی۔ سب ابھی بھی ترو تازہ نظر آ رہے تھے۔ خوب صورت لباس اور بالکل نیچرل میک اپ کیے علینہ نے اسد کی توجہ اب کھینچی تھی۔ اس سے پہلے رنگ برنگی تتلیاں اسے چھوڑتیں تو وہ کہیں اور دیکھ پاتا۔
"پھپھو! یہ اتنی بڑی ہو گئی؟" علینہ اس کی ستائشی نظروں سے خائف ہو رہی تھی۔
"بھائی! دراصل آپ بہت سارے سال لندن کو دے آئے ہیں۔" شہریار نے جیسے اطلاع دینی چاہی۔
"پتا ہے یار۔۔۔ پتا ہے تو بھی بڑا ہو گیا۔" اسد کے کسی بھی انداز سے بچپن والے اسد کا شائبہ تک نظر نہیں آ رہا تھا۔
"پھپھو! یہ گونگی ہو گئی کیا؟ بچپن میں تو بالکل جنگلی بلی ہوتی تھی۔" وہ پھر بولا۔
"یہ اب بھی ویسی ہے۔" شائستہ نے ہنستے ہوئے کہا۔
"ہاں اور تمہیں یاد ہے، مارتے تم شہریار کو تھے، روتی یہ تھی۔" جمیل صاحب کے لہجے میں بھانجی کے لیے پیار ہی پیار تھا۔
"جی ہاں۔۔۔ اور اکثر شہریار کو مارنے کا بدلہ بھی لے لیا کرتی تھی۔" اسد نے مزید معلومات پہنچائیں۔ جس پر علینہ نے بھنویں سکوڑیں۔ ایسا کوئی واقعہ اس کی یادداشت میں نہیں تھا۔ وہ دونوں تو ہمیشہ مار کھاتے

تھے۔

☼ ☼ ☼

وہ اس وقت نشر مکرر ڈرامے دیکھنے بیٹھی ہی تھی کہ آسیہ سبزی کی ٹوکری لے کر وہاں آ گئیں۔
"دوسرا چینل لگاؤ۔ کوئی پرانا گیت مالا آ رہا ہو گا۔"
علینہ کو پہلے سے پتا تھا اس فرمائش کا۔ ناچار چینل بھگائے مزے کی بات ساٹھ کی دہائی کا کوئی گیت مالا لگا بھی ہوا تھا۔ اب سبزی اچھی کٹنی تھی۔ وہ صوفہ پر لمبی ہو گئی۔
"امی۔۔۔ شائستہ مامی کا نام تو گنیز بک میں آنا چاہیے۔"
"کیوں؟" آسیہ پوری طرح سے ٹی وی میں مگن تھیں۔۔۔ بے خیالی سے پوچھا۔
"ایسی سوتیلی ماں دیکھی نہ کبھی سنی۔"
"کیا مطلب؟" آسیہ کے ابرو تن گئے۔ وہ پوری طرح علینہ کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ گیت مالا بھول گیا۔
"آپ کو نہیں لگتا وہ شہریار کی حق تلفی کرتی ہیں؟" کسی ٹی وی اینکر کی طرح اس نے یہ سوال کیا۔ یہ خیال کیے بغیر کہ آسیہ سبزی، ٹی وی بھول کر جلال میں آتی جا رہی ہیں۔
"سوتیلے بیٹے سے اتنا پیار اور سگے بیٹے کو ہمیشہ پھٹکار۔"
"علینہ!" آسیہ کی آواز گھن گرج سے مشابہ تھی۔ علینہ کو باقی الفاظ بھول گئے۔
"آج تو میں یہ سن رہی ہوں۔۔۔ آئندہ نہ سنوں۔" ان کی وارننگ دل دہلا گئی۔
"خاندان میں کسی کو بھی یہ بات یاد نہیں ہو گی کہ اسد، شائستہ کا سگا بیٹا نہیں ہے اور تم گڑے مردے اکھیڑنے لگیں۔"
"امی۔۔۔ میں تو۔"
"چپ کرو اور جاؤ اپنے کمرے میں۔" آسیہ کا موڈ بہت خراب ہو گیا تھا۔ علینہ پاؤں پٹخ کر جانے لگی۔

"ایسا کیا کفر بول دیا میں نے۔ اتنا غصہ ہو رہی ہیں۔ سچ ہی تو کہا ہے۔" دروازے سے نکلنے سے پہلے وہ جو ارشاد کر گئی اسے سن کر آسیہ مزید سیخ پا ہو گئیں۔

☼ ☼ ☼

گھر میں جب بھی وہ اکیلی ہوتی، اطلاعی گھنٹی بجانے والوں کی آزمائش ضرور ہوتی۔ عموماً آنے والا زچ ہو کر گھنٹی پر ہاتھ جما دیتا۔ تب وہ دروازہ کھولتی۔ آج بھی ایک بار، دو بار، تیسری بار۔۔۔ بہت اکتا کر، بڑبڑا کر آنے والے کو کوس کر جب وہ دروازے تک گئی تو سامنے اسد کھڑا نظر آیا۔ گھبراہٹ کے مارے حواس ساتھ چھوڑ گئے۔
"السلام علیکم۔۔۔ کیا حال ہیں پیاری لڑکی؟" اتنی دیر انتظار کروانے پر کوئی ناراضی، کوئی غصہ نہیں۔ بلکہ ایک پیاری سی مسکراہٹ کے ساتھ مہذب طریقہ گفتگو۔ علینہ کی بوکھلاہٹ دوچند ہو گئی۔
"وف۔" اس نے عادتاً "و" کو لمبا کیا۔ "اسد بھائی! امی تو گھر پہ نہیں ہیں۔"
"اوف۔" اس کے چہرے پر مصنوعی مایوسی پھیل گئی۔ علینہ بھگانے کے موڈ میں نظر آئی۔
"ابو بھی ابھی آفس سے نہیں آئے۔" جلدی جلدی خالص نو دو گیارہ کہتا انداز۔
"یعنی مجھے چلتا کر رہی ہو؟"
"نن نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔" امید نہیں تھی اسد صاف کہہ بھی دے گا۔ "آپ آیئے پلیز۔" وہ گڑبڑا گئی۔ اس کے پیچھے پیچھے اسد لاؤنج تک آیا اور وہیں صوفے پر بیٹھنے لگا۔
"چائے پییں گے؟" اسد کی نظروں سے بچنے کا واحد حل یہی نظر آیا کہ آداب میزبانی نبھائی جائے۔
"نہیں میں چائے نہیں پیتا۔" اسد جیسے اس کے اندر کی کیفیت جان کر محظوظ ہو رہا تھا۔
"شہری تو بہت پیتا ہے۔" وہ بالکل غیر ارادتاً بول گئی۔
"ہاں۔۔۔ شہری واقعی بہت پیتا ہے۔" اسد نے ہنستے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

ہوئے تائید کی۔ اس کے بعد جیسے باتیں ختم ہو گئیں۔ اسد ابھی بھی اس کے لیے ایک ہوا تھا۔ نہ ہوتا تو شاید وہ اس سے بے تکلف ہو جاتی اور اسد کے لیے شاید زیادہ دلچسپ کام تھا علینہ کو دیکھے جانا۔ جو وہ مسکراتی نگاہوں سے بڑے اطمینان سے کر رہا تھا۔

"پھپھو کب آئیں گی؟" علینہ کے چہرے پر گھبراہٹ اور پھر ناگواری بڑھنے لگی تو اسد کو نارمل ہونا پڑا۔

"دیر سے آئیں گی۔" ایک بار پھر بڑھتا انداز۔ اسد نے ہنسی دبانے کی ذرا کوشش نہیں کی۔

"تم مجھے نکال کر رہو گی۔" علینہ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

"بھئی بشریٰ آپا کا بچہ پیدا ہو گا تو آئیں گی نا۔" شرمندگی مٹانے کے لیے خفا خفا سے انداز میں جو وضاحت دی اسے سن کر اسد کو زبردستی خاصی محنت سے اپنے قہقہے کا گلا گھونٹنا پڑا۔ جبکہ وہ دانتوں تلے زبان داب چکی تھی۔

"ممانے بتایا تھا تم ایم بی ایس کر رہی ہو؟" اس کی شرمندگی دور کرنے کی خاطر اسد یوں ہی پوچھنے لگا۔ اس نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"حیرت ہے۔ میں تو تمہیں میٹرک کی اسٹوڈنٹ سمجھا تھا۔" وہ چپ رہی۔ اسد کی پرشوق نگاہیں کچھ دیر تک اس کے سرخ پڑتے چہرے پر جمی رہیں' پھر وہ گہری سانس کھینچتا کھڑا ہو گیا۔

"پھپھو واقعی دیر لگا رہی ہیں۔ میں چلتا ہوں۔" علینہ کی سانس میں سانس آئی' جان خلاصی ہونے پر۔

"آپ نے تو کچھ لیا ہی نہیں اسد بھائی!" اب جب وہ جا رہا تھا تو اخلاق دکھانے میں کیا حرج تھا۔

"آپ نے کچھ دیا ہی نہیں۔" بالکل علینہ کے اسٹائل میں اس نے شوخی سے کہا۔ علینہ پھر سے شرمندہ ہو گئی۔

"اتنی فارمل نہ بنو کزن!" پہلی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے عام سے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے جو چاہیے ہو گا' پھپھو سے لے لوں گا۔" پھر اس کے عین سامنے آ کر ایسے ڈرامائی انداز سے کہا کہ علینہ پوری کی پوری سن سی ہو گئی۔

"اوکے بائے۔" وہ ہاتھ ہلاتا چلا بھی گیا تھا۔ علینہ دروازہ بند کرنے بھی نہ گئی۔

☼ ☼ ☼

آئینے کے سامنے کھڑی علینہ کی نظریں اپنی صراحی دار گردن میں موجود سونے کی بے حد نفیس زنجیر اور اس میں پڑے دل کی شکل کے نگینوں والے لاکٹ پر تھی۔ شہریار کی طرف سے اسے یہ گفٹ آج ہی موصول ہوا تھا۔ آج اس کی برتھ ڈے تھی مگر وہ کسی میٹنگ کی وجہ سے نہ آ سکا تھا اور اب وہ اپنی دلکش گردن پر نازاں چین لاکٹ پر ہاتھ پھیرتی تھک نہیں رہی تھی۔ اسی وقت اس کا موبائل فون اس مصروفیت میں حائل ہو گیا۔

مخصوص رنگ ٹون سے ظاہر تھا کہ کال شہریار کی ہے۔

"تم آئے کیوں نہیں؟" خوں خوار لہجے و انداز میں پوچھا گیا۔

"سالگرہ مبارک۔" دوسری طرف سے شہریار کی مخمور سی آواز ابھری۔ اس کی آنکھوں میں جگنو دمکنے لگے۔ بعض اوقات ساری دنیا بھی آپ کے آگے پیچھے گھومے۔ مگر وہ نہیں ہو' جس کا دم دل بھرتا' ہو تو دنیا بھی ہیچ لگنے لگتی ہے۔ بالکل آج کے دن کی طرح' سب اس کے آس پاس تھے۔ ایک سوائے اس کے' سب نے اس کو مبارک باد دی۔ تحائف مرضی و پسند کے دیے' پھر بھی کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ جب تک چین لاکٹ گردن میں نہیں گیا اور اب شہریار کی کال نے تو جیسے بچی کھچی ناراضی بھی ختم کر دی تھی۔

"تم آئے کیوں نہیں آج؟" اتنی جلدی شہریار کو غیر حاضری پر معافی نہیں ملنی تھی۔ تب ہی تو سوال دہرایا۔

"گفٹ تو بھیج دیا ناں۔" نرمی و محبت سے بات کرتا انداز علینہ کو پگھلانے لگی تھی۔

"خود دینے کیوں نہیں آئے؟" اس کی جرح ایسے کیسے ختم ہو سکتی تھی۔

"مصروف تھا یار۔ بہت زیادہ۔ معاف کر دو۔"

"کر دیا۔" وہ مسکرائی تھی۔

"اچھا بتاؤ گفٹ کیسا لگا؟" شہریار نے بات بدل کر اشتیاق سے پوچھا۔ علینہ نے بے ساختہ آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔

"بہت آؤٹ ڈیٹڈ ہے' میری پسند کا نہیں ہے۔" لہجے میں واضح اترائٹ اور نخرہ تھا کہ یہ نخرے تو محبت میں جائز ہوتے ہیں۔

"میری پسند کا ہے۔" شہریار نے زور دے کر گویا جتلایا۔

"یہ دل اوپن بھی ہوتا ہے۔ اس میں اپنی اور میری تصویر لگانا۔"

"ہاں اور امی سے جوتے بھی کھانا۔" شہریار کے ہی انداز میں اس نے فٹافٹ جواب دیا۔

"اسد بھائی آئے تھے۔ تم نے ٹھیک طرح سے تو استقبال کیا ناں ان کا؟" عام سے انداز میں کہا۔ مگر وہ تو اپنی اور صرف اس کی باتوں سے محظوظ و مسرور ہو رہی تھی۔ ساری جان سے جل کر رہ گئی۔

"بس گھر میں جھنڈیاں نہیں لگائی تھیں اور نہ ہی سلامی دینے کے لیے توپیں رکھی تھیں۔" شہریار کو اس جلے کٹے جواب نے خوب لطف دیا۔ دیر تک اور خوب اونچا قہقہہ لگا کر علینہ کو مزید سلگایا۔

"بہت بدتمیز ہو تم' بھائی ہیں وہ میرے۔" شہریار ابھی بھی ہنستا رہا۔

"اچھا بس امی آ رہی ہیں۔ میرے ہاتھوں میں کتاب کے بجائے موبائل دیکھ کر جوتے اٹھا لیں گی۔" گفتگو کے بیچ اسد کیا آیا' سارا رومانس تباہ کر دیا۔ اور پھر آسیہ واقعی دروازہ بجا رہی تھیں۔ اس نے فوراً کال کاٹ دی۔

☼ ☼ ☼

کمرے کی فضا سوگوار تھی۔ شائستہ مغموم سی بیڈ پر بیٹھی تھیں۔ چہرے پر گہری سنجیدگی اور سوچ کے رنگ سجائے جمیل صاحب یہاں سے وہاں ٹہل رہے تھے۔ شائستہ گاہے بگاہے چور نظروں سے ان کی طرف دیکھتیں' کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتیں اور پھر ہونٹ بھینچ لیتیں' ہمیشہ ہر دم بذلہ سنج۔ اور ہنسوڑ سے رہنے والے جمیل صاحب کے ہر ہر انداز سے سنجیدگی ہی نہیں' ناراضی بھی ظاہر تھی۔ شائستہ کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی' انہیں اپنے نقطہ نظر سے قائل کرنے کی۔ یوں بھی تین دن سے وہ یہی تو کر رہی تھیں۔ وہ بھی پہلی بار اپنی کسی بات کو لے کر ضدی ہوئے تھے۔ ان کی کسی بھی دلیل سے جذباتی نہیں ہو رہے تھے۔

صرف اس کمرے کی ہی نہیں۔ اسد کو چھوڑ کر سارے گھر کی فضا خاموش اور سوگوار تھی۔ شہریار کے کمرے سے اس کے گٹار کی دھنیں بجنا بند ہو گئی تھیں۔ وہ جیسے گٹار کی تاروں کو چھیڑنا ہی بھول گیا تھا۔ صرف گٹار کیا' اس کی تو مسکراہٹ بھی اس کے ہونٹوں تک کا راستہ بھول گئی تھی۔ وہ جس کے دم سے گھر بولتا تھا۔ جب گھر آتا' لگتا دیواریں بھی کھل اٹھی ہیں۔ اب تب ہنستا بولتا جب اسد قریب ہوتا گویا اسے دکھانا مقصود ہوتا کہ وہ کتنا خوش ہے۔ بلاوجہ' بات بے بات اونچے قہقہے لگا کر اسد کو ہی' نہیں خود کو بھی دھوکا دینے کی ناکام سعی کرتا۔ ایسے میں جمیل صاحب آنکھوں میں سے جیسے تیر نکال نکال کر شائستہ کو دیکھتے۔ جو خود شہریار کے اس مصنوعی پن سے مجروح بیٹھی ہوتیں۔ اسد آس پاس نہ ہوتا تو شہریار ماں باپ سے ضرورتاً بھی بات نہ کرتا۔ شائستہ کے ضمیر و دل میں جیسے جرم کا احساس تھا۔ سو وہ تو کیا۔ جمیل صاحب بھی شہریار کو حوصلہ دینے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے کہ رد عمل کے طور پر وہ نہ جانے کتنے پرانے درد کھول کر بیٹھ جاتا۔ صرف ہفتہ بھر پہلے ہی رات کے کھانے کے بعد جب لاؤنج میں سبز چائے کا دور چل رہا تھا۔ شائستہ اور پھر شہریار' اسد کی پسند کی لڑکی جاننے پر مصر ہو گئے۔

"کوئی بھی نہیں ہے یار۔ اس نظر سے کوئی اچھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں گئی۔"

"ماشاء اللہ قربان جائیے۔" شہریار نے جمیل صاحب اور شائستہ کی طرف دیکھ کر گویا اپنی کی گئی توصیف کی تائید چاہی۔ "لیکن اب آپ کو یوں چھوڑا بھی نہیں جا سکتا جبکہ سر کے بال بھی سفید ہونے لگے ہوں۔"

"نہیں نہیں یار!" اسد نے بے ساختہ بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

"تمہاری کوئی پسند نہیں تو یہ چارج اپنی مما کے ہینڈ اوور کر دو۔ وہ ڈھونڈ لیں گی تمہارے مزاج کی۔"

"مما کو نہیں۔" شہریار نے جمیل صاحب کے مشورے کو فوری مسترد کر دیا۔ "اپنی علینہ ہے ناں۔ نئی بنائی رشتہ کرانے والی۔ ایک چھوڑ دس دس لڑکیاں دکھا دے آپ کو۔"

شہریار نے محسوس نہیں کیا اسد کے ہونٹوں کے ساتھ آنکھیں بھی مسکرانے لگی تھیں۔ "اس مقصد کے لیے ہر ٹائپ کی لڑکی دوست بنا رکھی ہے اس نے۔ آپ کے نام لینے کی دیر ہے اور علینہ کی دوستوں کی پٹاری میں سے۔"

"دوستوں کی پٹاری میں سے کیوں؟" شہریار کو امید نہیں تھی اسد یوں بات کاٹ دے گا۔ وہ کچھ خجل سا ہو گیا تھا۔

"علینہ خود کیوں نہیں؟" پھر سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ اسد نے گہری پر تجسس نظروں سے سب کے تاثرات جانچے۔

"کیا۔؟" کافی دیر بعد بالکل پھیکی آس بھری مسکراہٹ کے ساتھ شہریار نے یوں کہا جیسے یقین ہو وہ سننے میں غلطی کر بیٹھا ہے اور اب پوچھنے پر اسد یقیناً ہنس کر کہے گا۔ "میں تو مذاق کر رہا تھا۔"

"سمپل یار۔ علینہ کی فرینڈز میں سے کوئی کیوں۔ علینہ خود کیوں نہیں؟" مگر اسد نے جیسے اس کی سماعتیں دھواں دھواں کر دیں۔ وہ خالی نظروں سے بس اسد کو تکے گیا۔ سمجھ بوجھ کے سارے فارمولے اس ایک پل میں ذہن سے نکل گئے۔

"کیا ہوا! علینہ اتنی بری ہے کیا؟ اس کا نام سنتے ہی آپ سب فریز کیوں ہو گئے؟"

"بہت بری۔ ایک دم جنگلی۔" اندر کہیں بہت ناقابل برداشت تکلیف ہونے لگی تھی۔ اسی تکلیف کو چھپانے کی خاطر مسکرانے کی کوشش میں اس کا چہرہ کیسے راز محبت افشا کر گیا۔ اگر اسد چہرہ شناس ہوتا تو ضرور جان جاتا۔

"رنگیلی؟" اسد مصنوعی مایوس سا ہونے لگا اور دو بیٹوں کے بیچ پنڈولم کی مانند جھولتیں شائستہ کی وہی ممتا عود کر آئی جس کے دو رنگ تھے۔ اسد کے لیے الگ۔ شہریار کے لیے الگ۔

"نہیں نہیں، بالکل بھی نہیں۔" وہ بولیں تو شہریار نے انتہائی کرب سے انہیں دیکھا۔ جمیل صاحب غائب دماغی سے تینوں کو دیکھ رہے تھے۔

"علینہ تو بہت پیاری بہت ہونہار بچی ہے۔ سب کی چہیتی۔" شہریار سے دانستہ نظریں چرا کر مدھم آواز میں شائستہ نے کہا۔

"تو آپ اس بہت پیاری بہت ہونہار اور سب کی چہیتی بچی کے لیے پھپھو سے بات کریں ناں۔" اسد نے پورا لائحہ عمل ترتیب دے دیا۔ شہریار کی رنگت زرد ہوتی چلی گئی۔ جمیل یک ٹک اسے دیکھ رہے تھے۔

"اچھا ہے ناں۔ آپ کو دوڑ دھوپ کرنے سے بچا لیا۔" اسد نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ شائستہ جبراً مسکرا دیں۔ اور شہریار تو جیسے دماغی طور پر بالکل ہی غیر حاضر ہو گیا۔

"لیکن۔" گلا کھنکارنے کے بعد جمیل صاحب نے بے حد سنجیدگی سے کچھ کہنا چاہا تو شائستہ بری طرح سے ہراساں ہو گئیں اور شہریار کوئی کال سننے کے بہانے باہر نکل گیا۔

شائستہ اور جمیل صاحب بخوبی جانتے تھے وہ منظر سے غائب ہونا چاہتا تھا۔ وہ بھی تاؤ کھا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس بات کو ہفتہ گزرنے کے بعد بھی سب کے

مزاج پر دانستہ تکلف کی چپ برقرار تھی۔

"جمیل! پلیز۔" شائستہ کی بھرائی آواز پر جمیل نے رک کر انہیں دیکھا۔ شائستہ کی محبت کی ترجیحات اسد کے لیے اور تھیں شہریار کے لیے۔ اور اسی بات پر جمیل صاحب کو اعتراض تھا۔

"تم ایک بیٹے کو خوش کرنے کی خاطر دوسرے کی خوشی نہیں چھین سکتیں۔" ان کی آواز بلند اور درشت تھی۔

"جمیل۔"

"جانتے بوجھتے تم شہریار کو دکھ نہیں دے سکتیں شائستہ۔" جمیل لفظ چبا کر بولے۔ شائستہ رو پڑیں۔

"اسد نے اتنے عرصے بعد مجھ سے کچھ مانگا ہے۔"

"اسد نے ہمیشہ کی طرح صرف وہی مانگا ہے جو شہریار کا ہے۔" جمیل صاحب طنزیہ بولے۔

"میں اسے کیسے انکار کروں۔ وہ سمجھے گا۔" وہ روتے روتے بولیں۔ جمیل صاحب مزید اشتعال میں آ گئے۔

"وہ کچھ نہیں سمجھے گا۔ وہ آٹھ نو سال کا بچہ نہیں رہا۔ ایک میچور مرد ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے تم نے اس پر اپنا سب کچھ نچھاور کیا، محبت، شفقت، ممتا سب کچھ۔ اور آج تک کر رہی ہو۔" جمیل صاحب ان کے سامنے بیڈ پر آ بیٹھے۔

"خدا کے واسطے...." وہ شائستہ کا ہاتھ پکڑ کر منت سے کہنے لگے۔ "اسد کو اپنی ممتا اور محبت کے پروف دینا چھوڑ دو۔ ایسا کر کے تم شہریار کی حق تلفی کرتی ہو۔ اس پر ظلم کرتی ہو۔ کبھی تم نے سوچا اسد کے دل میں جگہ بنانے کی کوششوں میں تم شہریار کے دل سے نکلتی جا رہی ہو۔"

شائستہ تھک کر کھڑکی کے آگے جا کھڑی ہوئیں۔ آخری تاریخوں کا چاند اندھیرے کا باسی بنا ہوا تھا۔

"ایسا کر کے تم مجھے بھی شرمندہ کرتی ہو شائستہ! میں نے ایسا کب کہا تھا کہ تم اسد سے محبت کی انتہا کر دو اور اپنے سگے بیٹے کی خوشیوں کی قاتل بن جاؤ۔ تم نے مجھے خوش کرنے کے لیے۔" جمیل صاحب سے بات پوری نہیں کی جا سکی۔

"رحم کرو شائستہ! شہریار پر کیونکہ اب معاملہ کھلونوں کا نہیں، اس کی زندگی کا ہے۔ جو اسد چھین لے اور وہ اف بھی نہ کرے۔"

شائستہ نے آزردگی سے سر شیشے پر ٹکا دیا۔ دیر تک بے آواز روتی رہیں۔ جمیل صاحب نے چپ نہیں کرایا کہ اس بوچھاڑ کے بعد شاید شفاف راہ شائستہ کو نظر آ جائے۔

"لیکن اب میں نے اگر اسد کو انکار کیا تو۔ میری ساری محبت، خلوص، ممتا ختم ہو جائے گی۔" شائستہ کی لرزتی آواز پر جمیل صاحب نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"صرف اور صرف سوتیلی ماں رہ جائے گی۔"

☼ ☼ ☼

ابھی ابھی وہ جو سن آئی تھی اس کے بعد حواس کا قابو میں رہنا ممکن ہی نہیں تھا۔ درحقیقت اس کی پوری جان لرز کر رہ گئی تھی۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" شہریار کا نمبر ملاتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں جیسے سکت ہی ختم ہو گئی ہو۔ یوں کپکپا رہے تھے کہ موبائل فون بھی سنبھالنا دشوار لگ رہا تھا۔ شہریار کے نمبر پہ بیل جا رہی تھی۔ وہ دم سادھے اس کے ہیلو کہنے کا انتظار کرتی رہی۔ مگر بیل جاتے جاتے خود تھک کر بند ہو گئی۔ شہریار نے فون نہیں اٹھایا۔

"ایک بار، دو بار، تین بار۔ اور پھر شاید اسے خود بھی گنتی یاد نہ رہی۔ شہریار نہ جانے کن مصروفیات میں پھنسا تھا کہ کال اٹینڈ ہی نہیں کر رہا تھا۔

"شہریار! پلیز میری کال سنو۔ بات کرو مجھ سے۔ ابھی اسی وقت نہیں تو میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔" نمبر ملاتے ہوئے وہ ایک بار پھر بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑائی تھی مگر کال دو گھنٹیاں جانے کے بعد دوسری طرف سے دانستہ کاٹ دی گئی تو جیسے اس کی آنکھوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

"شہریار۔" اس کے لبوں سے سرسراتی آواز نکلی۔

شہریار کی یہ حرکت سب سے زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوئی۔ وہ تھوڑی دیر پہلے آسیہ بیگم کے کمرے کی طرف یہ بتانے کے لیے گئی کہ وہ ماموں کی طرف جا رہی ہے تو اندر سے اپنا نام سن کر ٹھٹھک کر رک سی گئی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟" آسیہ کا لہجہ رعب لیے ہوئے تھا۔ علینہ نے کان باقاعدہ دروازے سے چپکا لیے۔

"کچھ نہیں۔ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" فاروق صاحب کی آواز بھی اٹل تھی۔

"میں سوچ رہی ہوں اسد ضدی طبیعت کا تو ضرور ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اس میں متانت آگئی ہے۔ مجھے لگتا ہے علینہ اور اس کا جوڑ برا نہیں۔" جملے واضح تھے' علینہ کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

"عجیب نا سمجھی ہے۔" فاروق خفا ہو گئے۔ "اولاد کی خوشی سے زیادہ تمہیں جوڑ ملانے کی پڑ رہی ہے۔" علینہ نے دروازے پر مضبوطی سے ہاتھ رکھ لیا تھا۔ "اور جوڑ تو شہریار کے ساتھ بھی خوب بنتا ہے۔"

جواب میں آسیہ کچھ دیر کے لیے چپ ہو گئیں۔ علینہ کے دل میں سب الٹ پلٹ ہونے لگا۔ ایسی عجیب و غریب بات کانوں میں پڑ گئی کہ لگنے لگا جو کچھ بھی اندر ہے' منہ سے باہر آجائے گا۔ ٹانگیں الگ رعشہ زدہ ہو گئیں۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" آسیہ کی مدھم آواز میں گومگو کی کیفیت تھی۔

"ہم سے پہلے شائستہ اور جمیل کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔" فاروق صاحب کی آواز بلند تھی۔ "حیرت ہے انہوں نے کیا سوچ کر یہ بات کی؟"

جواب میں آسیہ پر پھر چپ کے بادل سایہ فگن ہو گئے۔ یہ سوچ کر کہ آسیہ کے دل میں کہیں نہ کہیں ضرور اسد کے لیے نرم گوشہ موجود ہے' علینہ کے پیٹ میں گرہیں پڑنے لگیں۔

"آپ۔" آسیہ کی۔۔۔ جھجکتی ہوئی آواز آئی۔ "آپ سوچیں تو اسد بہترین لڑکا ہے۔"

"کوئی شک نہیں کہ اسد بہترین لڑکا ہے۔" فاروق صاحب نے فوراً کہا۔ "لیکن بہرحال۔ وہ شہریار نہیں ہے۔"

"اور تمہیں یا مجھے علینہ کی خواہش یا خوشی کے آگے کچھ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"ہاں جیسے وہ ہم سے بھی زیادہ سمجھ دار ہے؟" آسیہ کی ناگواریت بھری بلند بڑبڑاہٹ باور کرا گئی کہ وہ اسد کو کن نظروں سے دیکھ رہی ہیں اور کیا مقام دینا چاہتی ہیں۔ منہ پہ ہاتھ رکھ کر کسی سسکاری کا گلا گھونٹتی علینہ اپنے کمرے میں بھاگ آئی۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا تھا۔ شہریار کو فوراً فون کیا صرف یہ پوچھنے کے لیے کہ ماموں' مامی نے اسد کے لیے بات کی۔۔ اور آسیہ کیا سوچے بیٹھی ہیں؟

وہ دونوں ہی کل تک بہت سکون سے اپنے رشتے کے خوشگوار انجام کے متمنی تھے۔ آج منظر دھندلا گیا۔۔۔ مگر شہریار اول تو کال اٹینڈ ہی نہیں کر رہا تھا اور آخری تین کالز خود کاٹ رہا تھا۔ بہت بھنا کر آخری بار ملایا تو شہری نے موبائل ہی آف کر دیا تھا۔ وہ بھونچکا سی رہ گئی۔

"شہری۔ کیوں کر رہے ہو ایسا۔ مت کرو۔" موبائل ایک طرف پھینک کر وہ زور زور سے رونے لگی تھی۔

☼ ☼ ☼

کھانے کی ٹیبل پر اشتہا انگیز خوشبوئیں کھانے والوں کو مسحور کر رہی تھیں۔ مگر کھانے والے جیسے کھانے سے ہی نہیں' ایک دوسرے سے بھی بے زار بیٹھے تھے۔ جامد خاموشی سب پر پہرہ دے رہی تھی۔ رغبت سے کھاتے اسد کا دل بھی اچاٹ

ہو گیا۔ بڑی گہری نظروں سے اس نے سب کا جائزہ لیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے۔ میرے اس رشتے سے کوئی بھی خوش نہیں ہے۔" شائستہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ اسد گہری سنجیدگی سے متوجہ تھا' جمیل اور شہریار بھی اسے دیکھنے لگے۔

"جب سے میں نے بات کی ہے۔ سب کو چپ لگ گئی ہے۔" تینوں کو اندازہ نہیں تھا' وہ یوں صاف گوئی سے پوچھے گا۔ شائستہ تو زرد پڑی ہی تھیں' شہریار بھی بوکھلا گیا' جبکہ جمیل صاحب معنی خیزی سے کھنکار کر پلیٹ پر جھک گئے۔

"نہیں۔ بالکل نہیں۔ ایسا کیوں سوچ رہے ہو؟" مصنوعی مسکراہٹ شائستہ کو قدرے ہونق سا بنا گئی۔

"ہم سب بہت خوش ہیں۔" شائستہ نے ایک ایک لفظ پر زور دیا تھا۔

"شہریار نہیں ہے۔" اسد نے براہ راست اسے دیکھ کر گویا وثوق سے کہا تو وہ خود پہ قابو پاتا بڑی بہادری سے مسکرا دیا۔

"آپ غلط سوچ رہے ہیں بھائی! ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔" اس نے اسد سے زیادہ خود کو یقین دلایا۔

"رئیلی؟" اس کے پوچھنے میں ابھی بھی شک تھا۔

"آف کورس۔" ایک بار پھر جبراً مسکرانا پڑا۔ اس مسکراہٹ کا ساتھ اسد نے بھی مسکرا کر دیا۔

"چلو پھر ڈن ہوا۔ میری شادی کی شاپنگ بھی تم کرو گے۔" وہ انجانے میں اس کے زخم تازہ کر رہا تھا۔

"شیور۔ میں ہی کروں گا۔" بہت تکلیف ہو رہی تھی مگر وہ کمال کی بہادری دکھا رہا تھا۔

"اینڈ آئی ایم سرپرائزڈ۔ پھپھو لوگ سوچنے میں اتنا ٹائم کیوں لے رہے ہیں؟" گھر والوں سے مطمئن ہونے کے بعد اس نے نیا مسئلہ اٹھایا۔ شہریار نے اپنی پلیٹ میں موجود چاول گننے شروع کر دیے۔

"تم پریشان مت ہو۔ فاروق بھائی انکار نہیں کریں گے۔ میرے بیٹے کو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔" اسد مبہم سا مسکرا دیا۔ شہریار کرسی گھسیٹ کر کھڑا ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

شائستہ مسکراتے ہوئے علینہ سے گلے لگیں۔

"اتنے دنوں بعد آئی ہو؟" اس سے الگ ہو کر شائستہ نے ہلکا پھلکا شکوہ کیا۔ "بیٹھو۔"

"جی بس۔" وہ بیٹھ گئی۔ "طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"

شائستہ نے اب غور کیا۔ ان پندرہ' بیس دنوں میں اس کا بہت وزن کم ہو گیا تھا' چہرے پر الگ زردی کھنڈی ہوئی تھی۔ شائستہ کو لگا وہ شہریار پر تو ظلم کر ہی رہی ہیں' علینہ کو بھی دوہری اذیت دینے کا باعث بن رہی ہیں۔

"ہاں۔" انگلیاں مروڑتی وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ اپنے کمرے سے باہر نکلتا شہریار لاؤنج میں علینہ کو شائستہ کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر واپس کمرے میں چلا گیا۔

ماتھا مسلتا وہ تھکا ہوا سا بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس کا سامنا کرنے کی ہمت ممکن ہی نہیں تھی۔ علینہ جس اجڑے بکھرے حلیے میں بیٹھی تھی۔ کیا پتا وہ کمزور پڑنے لگتا۔

کچھ سوچ کر جیب سے موبائل نکالا اور کچن میں شام کی چائے بناتے شکور کو میسج بھیجا۔

"شکور! علینہ آئی ہوئی ہے۔ باہر اس کے پاس جاؤ' وہ میرا پوچھے تو کہنا میں گھر پہ نہیں ہوں۔"

سارا دن اوٹ پٹانگ میسج پڑھنے اور بھیجنے کا شوقین شکور میسج ٹون سے کبھی بھی غافل نہیں ہوتا تھا۔ اس نے فوراً شہریار کا میسج پڑھا اور قدرے حیران ہوا۔ اسے معلوم تھا شہریار اوپر بیڈ روم میں ہے۔ کچن سے جھانک کر دیکھا' شائستہ' علینہ سے مصروف گفتگو تھیں' وہ چائے لے کر فوراً وہاں پہنچا۔

"لو چائے بھی آگئی۔"

"نہیں میں چائے نہیں پیوں گی مامی۔" اس کے انداز میں ہمیشہ والا اپنا پن غائب تھا۔ شائستہ نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

شدت سے محسوس کیا۔

"کیوں علینہ میں ابھی سب کو۔۔"

"امی! شہریار ہے۔ مجھے اس سے بات کرنی تھی؟" شائستہ کی زبان فوراً" اٹک گئی۔ وہ بڑی آس سے پوچھ رہی تھی۔

"وہ تو جی باہر گئے ہیں "کافی دیر ہو گئی ہے۔" شائستہ نے حیرت سے فرفر جھوٹ بولتے شکور کو دیکھا۔ وہ بھی انہیں دیکھ کر نظروں سے کچھ سمجھانا چاہ رہا تھا اور شائستہ سمجھ بھی گئیں۔

"کب آئے گا؟" علینہ کے چہرے پر چھائی مردنی شائستہ کا دل کھینچ رہی تھی۔

"رات ہو جائے گی کہہ رہے تھے۔" شکور کہہ کر واپس کچن میں چلا گیا۔

"اچھا۔" علینہ کی بچی رہی سہی امید بھی ختم ہو گئی۔ وہ لبالب آنکھیں لیے کھڑی ہو گئی۔

"علینہ بیٹھو تو بیٹا میں۔۔"

"نہیں بس۔" شائستہ کی بات کاٹ کر وہ بمشکل کہہ پائی۔ آنسو باہر نکلنے کو بے تاب تھے۔ وہ تیزی سے پلٹ گئی۔ اپنی کھڑکی سے جھانکتا شہریار نڈھال ہو کر رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

مگر علینہ کے پاس ایک اور۔۔ اور شاید آخری راستہ موجود تھا۔

اس شام اس کی سیکریٹری نے اسے انٹرکام پہ علینہ کے آنے کی اطلاع دی تو جیسے اس کی آنکھوں کے آگے تارے ناچ اٹھے۔

"آپ ٹال دیں انہیں۔ کہہ دیں میں میٹنگ میں بزی ہوں۔" آخری الفاظ منہ میں ہی تھے جب آندھی طوفان بنی وہ اندر داخل ہوئی۔ ہانپتی ہوئی سیکریٹری بھی پیچھے تھی۔

"سر! یہ۔" سیکریٹری بے بسی سے کہنے لگی۔

"ٹھیک ہے آپ جائیں۔" شہریار نے بات کاٹ کر سنجیدگی سے کہا تو وہ پلٹ گئی۔ علینہ آنکھوں میں غصہ لیے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"تم مجھ سے چھپ رہے ہو؟" وہ دانت پیس کر پوچھنے لگی۔

"بیٹھ کر میری بات سنو۔" شہریار اس کی جانب قدم بڑھا کر رسان سے بولا۔

"میں کال کروں تم سیل آف کر دیتے ہو۔ میں گھر آؤں تم جھوٹ بول دیتے ہو اور اب؟ اب تم میٹنگ میں بزی ہو؟" شہریار اس زردرو کمزور علینہ میں اپنی فریش سی علینہ کو کھوجتا تھا۔ وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"علینہ!" ہاتھ پکڑ کر کچھ کہنا چاہا۔ علینہ نے ہاتھ جھٹک دیا۔ ایک ٹک اسے دیکھتی رہی۔ آنسو بنا اجازت بہنے لگے۔

"شہریار۔۔ کیوں کر رہے ہو تم ایسا؟" پھر خود ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اس ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا کہ شہریار خود بھی کرچی کرچی ہو گیا۔ بس نہیں چلا علینہ کو ساتھ لگا کر کہہ دے۔۔ سب جھوٹ ہے، مذاق ہے، ہم تو آج بھی ساتھ ہیں۔۔ مگر زبان گونگی ہو گئی تھی۔ وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھے گیا بس۔

"شہریار! ہم ایک دوسرے کے لیے ہیں ناں؟" اس کے پوچھنے میں یقین تھا۔ مگر شہریار چپ رہا۔

"پھر یہ اسد بھائی بیچ میں کہاں سے آ گئے؟" وہ روئے جا رہی تھی اور مقام حیرت کہ آج اس کے رونے کی وجہ وہ خود تھا۔ جو آج سے پہلے خود اس کے آنسو صاف کرتا تھا۔ شہریار کی چپ برقرار رہی تو علینہ کو طیش آ گیا۔

"مجھ سے کسی بھی قیمت پر دستبردار نہ ہونے کا دعوا کرتے تھے ناں تم۔ اب اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے چھوڑنے پر کیسے راضی ہو گئے تم۔" روتے روتے وہ چلا اٹھی۔ شہریار کے چہرے پر کرب پھیلتا چلا گیا۔

"اسد بھائی بچپن میں تمہارے کھلونے چھین لیا کرتے تھے لیکن وہ بے جان چیزیں تھیں۔ میں جیتی جاگتی انسان ہوں شہریار!" شہریار نے نظریں جھکا لیں۔

علینہ کا یوں شدت سے رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"مجھے بے جان چیزوں کی طرح قربان مت کرو۔" اس کے لہجے میں التجا تھی۔ شہریار نے بہت نرمی سے اس کے گال پہ پھسلتے آنسو صاف کیے اور رخ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

"علینہ۔" اس کی آواز علینہ کو دور سے آتی محسوس ہوئی۔ "اسد بھائی بہت اچھے ہیں۔" علینہ ایک دم سے رونا بھول گئی۔ وہ توقع نہیں کر رہی تھی کہ وہ یہ کہے گا۔

"شہری!" اس نے بے یقینی سے پکارا۔ شہریار پیٹھ کیے کھڑا تھا۔ علینہ کو لگا وہ رو رہا ہے۔ وہ کچھ دیر منتظر رہی۔ پھر خود اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ شہریار نے اسے یوں دیکھا جیسے آخری بار دیکھ رہا ہو۔

"تم نے پھر مجھے اسد بھائی کا بنا دیا؟" علینہ کی آواز بھرا گئی۔

"مگر اب تو ہم بچے نہیں ہیں نہ ہم کوئی کھیل کھیل رہے ہیں۔ یہ ہماری زندگی ہے۔ پوری زندگی ایک ساتھ گزارنے کا سوال ہے۔ صرف دو گھڑیوں کے لیے مجھے اسد بھائی کا نہیں بننا۔" شہریار دانت پہ دانت جما کر چپ کھڑا رہا۔

"سن رہے ہو ناں۔ یہ میری پوری زندگی کا سوال ہے۔" علینہ اس کا بازو دبوچ کر چیخی تھی۔ وہ پھر بھی چپ رہا۔ اندر کی اذیت اندر چھپائے سپاٹ اور بے تاثر۔ علینہ تا دیر بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر بری طرح اپنا چہرہ رگڑ کر یوں ہنسی جیسے اپنا مذاق اڑا رہی ہو۔

"ٹھیک ہے۔" پھر وہ بولی تو لہجہ عجیب ہو رہا تھا۔

"ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔" وہ خود اذیتی کی حد تک پہنچ گئی۔

"امی نے ابھی مجھ سے نہیں پوچھا۔" یوں لگ رہا تھا جیسے اب وہ حواسوں میں نہ ہو۔

"لیکن اب میں ان سے خود جا کر کہہ دوں گی کہ مجھے اسد بھائی کا رشتہ منظور ہے۔" اس نے لفظ چبا ڈالے تھے۔

"دیکھتی ہوں کتنے بڑے سورما ہو تم۔" "تمہارے گھر میں تمہارے سامنے تمہاری بھابھی بن کر رہوں گی۔ پھر دکھانا تم اپنے یہ تیور۔" وہ پلٹ کر جانے لگی۔

"رکو۔۔ میں چھوڑ دیتا ہوں۔" علینہ دروازے پہ رک کر پلٹی۔

"تم نے مجھے چھوڑ دیا ہے شہریار!" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا اور باہر نکل گئی۔ شہریار کرسی پہ گر گیا۔

☼ ☼ ☼

اس سے اگلی رات کو جب وہ خود سے بیگانہ ٹوٹا بکھرا سا اپنے بیڈ روم میں بیٹھا تھا کہ شائستہ اندر داخل ہوئیں۔ وہ ذہنی طور پر اس قدر غیر حاضر تھا کہ شائستہ نے جب تک اس کے کندھے پہ ہاتھ نہیں رکھا' وہ ان کی آمد سے بے خبر رہا۔

"مما آپ۔" وہ چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔ شائستہ دنیا جہاں کا پیار نظروں میں بسا کر اسے تکتی رہیں۔

"مصروف ہو؟" انہیں سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کریں۔ شہریار کو دیکھتے ہی احساس جرم توانا ہو گیا تھا۔

"نہیں بالکل نہیں۔" شہریار نے سامنے رکھی فائل بند کر دی اور چپ چاپ شائستہ کی اگلی بات کا انتظار کرنے لگا۔ جنہیں ندامت کچھ بولنے ہی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بوکھلا کر کبھی شہریار کو دیکھتیں، کبھی اس کی ٹیبل پر رکھی چیزوں کی ترتیب بدلنے لگتیں۔

"تمہیں پتا ہے شہری!" یونہی مصروف نظر آنے کی کوشش میں وہ بولیں۔ "تمہاری پھپھو مان گئی ہیں؟" شہریار خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھے گیا۔ کہتا بھی کیا: نہ مبارک دینے کو دل آمادہ ہوا اور شکوہ کرنے کی تو عادت ہی نہیں تھی۔ بس تکلیف تھی کہ حد سے سوا ہو گئی تھی۔ تو علینہ نے وہی کیا جو وہ کہہ گئی تھی۔ اندازہ تھا پھر بھی دل رونے لگا۔ شائستہ نے بے ساختہ اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مجھے معاف کر دینا بیٹا!" وہ رونے لگیں۔ شہریار کسی ہارے ہوئے انسان کی طرح بیٹھا رہا۔ جس سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جینے کی امید چھین لی گئی ہو۔

"میں سمجھ رہی تھی۔ علینہ خود انکار کردے گی لیکن۔" شائستہ کی اس بات پر اس کا دل چاہا' زور زور سے ہنسے۔ شائستہ نے اس کے کندھے پر اپنا سر ٹکا دیا۔ وہ بہت بے چین ہو کر رو رہی تھیں۔

"پلیز چپ ہو جائیں مما!" وہ نرمی سے ان کا سر سہلاتا رہا۔ "سب کچھ بھول کر بھائی کی خوشی سیلیبریٹ کریں۔" شائستہ نے سر اٹھا کر متورم آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ خود ٹوٹ چکا تھا۔ انہیں سمیٹ رہا تھا۔

"میں بھی کوشش کروں گا" شائستہ کے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ پھر بولا تو آواز بھیگی ہوئی تھی۔

"سب کچھ بھولنے کی۔"

☼ ☼ ☼

زرد لباس میں وہ خود بھی سرسوں کا پھول بنی ہوئی تھی۔ ضرورت سے زیادہ پیلی اور بالکل اداس۔ پہلی نظر میں تو اسد کو خدشہ ہوا کہیں وہ بیمار تو نہیں اور وہ پوچھنے بھی لگا تھا' لیکن اس کے آہستگی سے "چلیں" کہنے پر اس کی طرح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ راستے میں بھی دونوں کے بیچ خاموشی حائل رہی۔ وہ بجھی بجھی سی شیشے کے پار دیکھتی رہی اور اسد الجھا الجھا سا بھی اسے تو کبھی سامنے دیکھتا رہا۔

"تم آنا کیوں نہیں چاہ رہی تھیں؟"

کچھ تو بولنا تھا۔ جب کہ وہ اسے لایا بھی اسی مقصد کے لیے تھا کہ وہ بولے گی اور وہ سنے گا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔" ناچار علینہ نے جواب دیا۔

"یار! میں اب اتنا بھی خوفناک نہیں ہوں۔" اسد نے فضا کی گمبھیرتا دور کرنے کی خاطر شوخی دکھانی چاہی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔" علینہ کو بولنے سے چڑ ہو رہی تھی۔

"اوکے۔ تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔" اسد نے زیادہ دیر بحث مناسب نہیں سمجھی۔ یوں بھی علینہ کے چہرے پہ بڑا بڑا "نو لفٹ" لکھا تھا۔ وہ خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا مگر کب تک۔

"تم کوئی ڈھنگ کا کلر پہن لیتیں۔" اسد کا اشارہ اس کے زرد رنگ کے سوٹ کی طرف تھا۔ علینہ استفہامیہ اسے دیکھنے لگی۔

"اس میں تمہارا چہرہ بھی نہیں نظر آرہا۔ کپڑوں کا رنگ تم جیسا لگ رہا ہے۔" علینہ نے بے تکی بات کا کیا جواب بنتا تھا' خاموش رہی۔

"ویسے تو تم اپنی مرضی سے بھی شاپنگ کرسکتی تھیں' مگر میں چاہ رہا تھا' ہم دونوں ایک ساتھ کریں۔" علینہ نے دانت پہ دانت جما لیے۔

بعض اوقات ان چاہے شخص کی سنگت' اس کی باتیں' کتنی ناقابل برداشت ہو جاتی ہیں۔ یہ اسے اب اندازہ ہوا تھا۔ اسد کو بھی اس کی بے زاری محسوس ہو گئی تھی۔ اس کے بعد وہ بھی نہ بولا۔

"علینہ۔" کافی دیر بعد پکارا تو وہ چونک گئی۔

"پہلے کہاں چلیں۔ جیولری یا پھر ڈریس آرڈر کرنے؟" وہ بہت نرمی سے پوچھ رہا تھا لیکن علینہ کا دم گھٹنے لگا۔ بس نہیں چل رہا تھا چلتی گاڑی سے کود جائے۔

"اسد بھائی۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ پھر کبھی پلیز۔" وہ بہت عاجزی سے بولی۔ حیرت و پریشانی کا شکار اسد فوراً اس کی کلائی چیک کرنے لگا۔

"واقعی۔ تمہیں تو ٹمپریچر ہو رہا ہے۔" بہت نامحسوس انداز میں علینہ نے اپنی کلائی چھڑائی۔

"ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔"

"نہیں پلیز نہیں۔" وہ بری طرح روہانسی ہوئی۔ "مجھے کہیں نہیں جانا۔"

"لیکن علینہ۔"

"اسد بھائی پلیز! کہیں نہیں جانا اور اگر آپ زبردستی لے گئے تو میں آئندہ کبھی نہیں آؤں گی۔" انداز دو ٹوک تھا۔ اسد ہونٹ بھینچتا ہوا گاڑی موڑنے لگا۔

☼ ☼ ☼

"کہیں جارہی ہیں؟" اپنے کمرے سے پریشان صورت لیے لاؤنج میں بعجلت داخل ہوتی شائستہ کو دیکھ کر جمیل صاحب نے پوچھا تو اسد اور شہریار دونوں متوجہ ہو گئے۔

"آسیہ کا فون آیا ہے ابھی۔" شائستہ بے حد فکر مند نظر آرہی تھیں۔ "وہ کہہ رہی تھیں علینہ کا ٹمپریچر بہت تیز ہو گیا ہے۔ وہ بالکل بے ہوش ہے۔"

اسد اور شہریار ایک ساتھ کھڑے ہوئے۔

"اسے ہسپتال لے کر جارہے ہیں۔ شہری! تم مجھے چھوڑ آؤ۔" عادتاً ان کے منہ سے شہریار کا نام نکلا تھا۔

"میں چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔" شہریار کے جواب دینے سے پہلے اسد آگے بڑھ گیا۔ علینہ کے اجنبی اور سرد رویے کا ملال' فکر میں ڈھل گیا تھا۔ وہ ہر بات بھلائے شائستہ سے پہلے باہر نکلا۔

"میں بھی چلتا ہوں" جمیل صاحب بھی ان دونوں کے پیچھے چلے گئے۔

شہریار وہیں بے جان بت کے جیسا کھڑا رہا۔

☼ ☼ ☼

اپنے کمرے میں بیٹھا وہ بے آواز آنسوؤں سے رو رہا تھا۔

علینہ کو اس حالت تک پہنچانے کا ذمہ دار وہ تھا۔ محبت کے دعوے دونوں طرف سے ہوئے تھے مگر ان پہ کھری علینہ اتر رہی تھی۔ اس کے وعدے' اس کی قسمیں پوری ثابت ہوئی تھیں۔

"مجھے معاف کردو۔ مجھے معاف کردو علینہ!" وہ با آواز بلند بڑبڑاتا رہا۔

"مما۔ آپ کب تک اسد بھائی کو سوتیلی ماں ہونے کا ہرجانہ میری خوشیوں کی صورت میں بھرتی رہیں گی۔ کب تک۔" وہ خود ترسی میں مبتلا ہو کر خود پہ رو تا رہا۔ یہ علینہ گھل رہی تھی۔ اس سے گویا زندگی روٹھ گئی تھی۔

محض اس کی ضد میں آکر علینہ نے اسد کا ساتھ منظور کیا تھا۔ اس کی بے اعتنائی کا بدلہ وہ خود کو بھینٹ چڑھا کر لے رہی تھی اور وہ اتنا بے بس اور مجبور کہ خاموش تماشائی بننے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"ایسا ہے تو کاش! میں بھی آپ کا سوتیلا بیٹا ہوتا۔" اس کے صبر و برداشت کے تابوت میں یہ جملہ آخری کیل ثابت ہوا تھا۔ وہ ساری رات اس نے روتے ہوئے گزار دی۔

☼ ☼ ☼

صبح آئینے کے سامنے اپنی لال سرخ ہوئی آنکھوں کا جواز سوچ رہا تھا کہ دروازہ ہلکا سا بجا۔

"یس!" اسے ناچار کہنا پڑا ورنہ اس وقت کسی کا سامنا کرنے کی خواہش نہیں ہو رہی تھی۔ اسد مسکراتا ہوا داخل ہوا۔

"بزی ہو؟" اسے بغور دیکھتے ہوئے اسد نے استفسار کیا۔ وہ نظریں چرا کر رہ گیا۔

"ابھی تو بالکل نہیں۔" اسد اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ شہریار کو اپنا آپ چھپانا مشکل ہو گیا۔

"کوئی کام تھا آپ کو؟" اسد کی چہرہ پڑھتی نظروں سے خائف سا ہو کر وہ خود پوچھنے لگا۔

"تم روئے ہو؟" اسد نے سنجیدگی سے سوال کیا تو اسے گھبراہٹ نے آلیا۔

"ن۔ نہیں' روؤں گا کیوں؟" اسے مصنوعی خوش گواریت کا سہارا لینا پڑا۔

"تو آنکھیں کیوں اتنی سرخ اور سوجی ہوئی ہیں؟"

"نیند نہیں آئی۔ سر درد کر رہا تھا۔"

"کیا بات ہے۔ جوں جوں منگنی کا دن قریب آرہا ہے میرے قریب کے لوگ بیمار پڑ رہے ہیں۔ ادھر علینہ ٹھیک ہونے کا نام لے رہی' ادھر تم۔"

"بھائی! نیند نہیں آئی تو سر بھاری ہو گیا بس ورنہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"یار یہ علینہ۔" شہریار کی وضاحت پر کان نہ دھرتے ہوئے اسد نے ابھی بھی مرغی کی ایک ٹانگ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پکڑے رکھی۔ لیکن اس بار اس کا لہجہ شکستہ تھا۔

"مجھے کیوں لگتا ہے علینہ اس رشتے سے خوش نہیں۔" ناتھا مسئلہ وہ بھی تھکا تھکا سا لگا۔ شہریار نے بے اختیار ٹھنڈی سانس کھینچی۔ گویا مطمئن اسد بھی نہیں تھا۔

"آپ کا وہم ہے بھائی!" بہت دھیمی سی آواز میں شہریار نے کہا۔

"اچھا یہ دیکھو۔" شہریار نے بے ساختہ سر اٹھایا۔

"میں نے علینہ کے لیے انگوٹھی لے لی۔ دیکھو کیسی ہے۔" ایک بیش قیمت انگوٹھی اس نے شہریار کو دکھائی۔

"یہ تو بہت بڑی ہے۔" بے ساختہ شہریار کے منہ سے نکلا۔

"ہم میرا مطلب۔ علینہ تو بہت پتلی سی ہے تو۔" اس کی وضاحت پہ اسد تھوڑا سا مسکرا دیا۔

"اچھا ایسا کرو۔ تم مجھے یہ چھوٹی کروا دو۔"

"میں؟" شہریار بدکا۔

"یار! دن کم ہیں۔ مجھے سائز بھی نہیں معلوم۔ پھر وہ بیمار بھی پڑی ہوئی ہے۔" اسد نے بالکل عام سے انداز میں کہا۔

"اوکے میں کروا دوں گا۔"

"تھینکس۔" اسد کے چہرے پہ بڑی روشن سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بھی مسکرانے کی کوشش کی مگر اس کوشش میں آنکھیں نم ہو گئیں۔

"لو یو۔" اسد بے اختیار اس کے گلے لگ کر بڑے جذب سے بولا اور پھر الگ ہو کر اس کے ماتھے کا بوسہ لیتا باہر چلا گیا۔ شہریار تحیر زدہ سا کھڑا رہا۔

☼ ☼ ☼

آج آسیہ اور فاروق کے گھر بہار کا سا سماں تھا۔ چہار اطراف رنگ ہی رنگ، خوشبوئیں اور قہقہے۔ گھر کی سجاوٹ کے علاوہ تقریب کے مہمان خصوصی یعنی علینہ اور اسد بھی نئے رنگ ڈھنگ میں تھے۔

علینہ جدید طرز کے انار کلی فراک اور چوڑی دار پاجامے کے ساتھ نفیس سے میک اپ، جیولری میں پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ چہرے کی زردی پہ میک اپ کی تہہ آجانے سے خاطر خواہ فائدہ ہوا تھا۔ شہریار اور اسد دونوں ایک ہی جیسے تھری پیس سوٹ میں تھے۔ شہریار کی بے چین نظریں علینہ پر پڑتیں تو ہٹنے سے انکاری ہو جاتیں۔ علینہ نے ایک بار بھی اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔ آسیہ اور شائستہ کے درمیان بیٹھی وہ اپنے گود میں رکھے ہاتھوں کو تکے جا رہی تھی۔ چہرے پر چھائی سنجیدگی شہریار کا دل کاٹنے کا باعث بن رہی تھی۔

"دفعتاً" جمیل صاحب گلا کھنکار کر حاضرین محفل سے مخاطب ہوئے۔ "رات بہت ہو رہی ہے رسم شروع کردیں۔"

"اسد آؤ بیٹا!" شائستہ نے آواز دی۔

"جی مما!" اسد تابعداری سے قریب آ کھڑا ہوا۔

"انگوٹھی پہناؤ۔" وہ پیار سے کہنے لگیں۔ شہریار علینہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی بھی ہاتھوں کو دیکھے جا رہی تھی۔ ارد گرد کیا ہو رہا ہے اس سب سے بے خبر۔ شہریار کو تو یوں گمان ہوا جیسے اس میں سانس ہی نہ ہو۔

"انگوٹھی؟" اس نے بھولپن سے یہاں وہاں دیکھا۔

"شہریار۔" یکدم اس نے پکارا۔ شہریار جھٹکا کھا کر چونکا۔

"انگوٹھی نکال یار!"

"او ہاں۔" اس نے جیبیں ٹٹولیں۔ "میرے پاس رہ گئی۔" انگوٹھی واقعی اس کی جیب سے نکلی۔

"لیجیے۔" مخملی ڈبیا اس کی جانب بڑھائی۔ اسد نے لی ہی نہیں۔ اچانک ہی اس کے گلے آ لگا۔

اسد، شہریار کا ماتھا چوم کر الگ ہوا۔ اور اپنی جیب میں سے دل کی شکل والا لاکٹ اور چین برآمد کر کے شہریار کی مٹھی میں دے دیا۔

"سنبھالو اپنی امانت۔" شہریار نے آنکھیں پھاڑ کر پہلے لاکٹ چین کو دیکھا پھر علینہ کو۔ یہ وہی گفٹ تھا

جو اس نے علینہ کو سالگرہ پہ دیا تھا۔ علینہ ابھی بھی متوجہ نہیں تھی۔ سب حیران کھڑے حق دق ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا سمجھتے ہو، بہت بڑے ہو گئے ہو۔ مجھ سے بھی زیادہ عقل سمجھ والے ہو۔ یا پھر رشتے صرف تم ہی نبھا سکتے ہو؟" اسد اس کے کندھے پہ زوردار مکا رسید کر کے زور زور سے بول رہا تھا۔ آس پاس سارے بت بنے کھڑے تھے۔ اب کے علینہ بھی سر اٹھا کر دونوں بھائیوں کو دیکھنے لگی۔

"مجھے بھائی نہیں سمجھتے ہو ناں!" اسد کی آواز بھرا گئی۔ جمیل صاحب اور شائستہ دونوں تڑپ اٹھے۔

"بھائی سمجھتے تو یہ حرکت نہ کرتے۔" اسد کا لہجہ دکھ سے لبریز تھا۔ شہریار کی بھی آنکھیں جھلملانے لگیں۔

"تمہارے نزدیک میں ہمیشہ کی طرح آج بھی سوتیلا رہا۔"

"بھائی بالکل نہیں۔ بالکل بھی نہیں۔ خدا گواہ ہے۔" شہریار تڑپ کر اس کے گلے آ لگا۔ آسیہ اور شائستہ کی آنکھیں برسنے لگیں۔

"اچھا چلو اب پہناؤ انگوٹھی۔" اسے الگ کر کے اسد نے گیلی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے حکم دیا۔

"بھائی میں۔؟" شہریار بدک گیا۔

"ہاں تم۔" اسد نے اسی کے انداز میں کہا۔

"یار تو تو ہیرو ہے۔" جمیل صاحب نے اسد کو بھینچ کر کہا۔

"آپ تو ہٹلر سمجھ رہے تھے۔ مجھے آپ سے بھی شکوہ ہے۔" اسد نے مصنوعی خفگی دکھائی وہ ہنس دیے۔

"معاف کردو یار!" انہوں نے اس کا کندھا دبایا تو وہ مسکرا کر سر ہلانے لگا پھر شائستہ کو دیکھ کر نظروں میں کچھ کہا تو اسد بھی مسکرانے لگا۔

شائستہ شہریار کو علینہ کے پاس لے گئیں۔ جس کا سکتہ ٹوٹ چکا تھا۔ کسی کا بھی لحاظ کیے بغیر وہ خوں خوار نظروں سے شہریار کو دیکھ رہی تھی۔ علینہ کے پہلو میں بیٹھ کر انگوٹھی پہنانے کے لیے علینہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

تھوڑی دیر بعد مبارک سلامت کا شور گونج اٹھا۔ سو ہی ماحول تھا، وہی لوگ تھے ایک صرف غلط فہمی کا پردہ ہٹ جانے سے منظر بدل گیا تھا۔ شائستہ آسیہ کی مبارک باد وصول کر کے اسد کے قریب جا کھڑی ہوئیں۔ خوشی اور تشکر بھرے آنسوؤں کے ساتھ اسد کو دیکھے گئیں۔ سو وہ انہیں دیکھتے ہی سنجیدہ ہو گیا۔

"اسد۔"

"اصولاً" تو مجھے صرف آپ سے ناراض ہونا چاہیے۔" شائستہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کچھ کہنا چاہا کہ اس کے یہ الفاظ انہیں چپ کرا گئے۔

"آپ نے مجھے ہمیشہ سوتیلا سمجھا مما! جب ہی مجھ پر اعتبار نہیں کیا۔ آپ کی محبت پر حرف نہ آئے۔ یہ سوچ کر آپ شہریار کے ساتھ ناانصافی کرتی چلی گئیں۔ مگر اچھا تو میرے ساتھ بھی نہیں کیا۔ در حقیقت مجھ پر اعتبار نہیں تھا آپ کو۔" اسد کے لفظوں میں دکھ اور رنجیدگی تھی۔

"اسد! تم غلط سمجھ رہے ہو۔" شائستہ کی تڑپ شرمندگی میں ڈھلنے لگی۔

"اپنا سمجھتیں تو شہریار کی محبت قربان نہ کرتیں۔ شہریار پہ آپ کو مان تھا مجھ پہ نہیں؟" وہ شکوے پہ شکوہ کرتا چلا گیا۔ شائستہ اس کے ساتھ روتی رہیں۔

"مما میں آپ کا بیٹا ہوں۔ آپ اس خوف سے نکل آئیں کہ میں آپ کو کبھی سوتیلا سمجھوں گا یا کوئی آپ کو طعنہ دے گا۔ پلیز مجھے شہریار نہ سہی شہریار جیسا سمجھ لیں۔"

اس کے لہجے میں التجا تھی۔

"میں نے تمہیں ہمیشہ شہریار سے بڑھ کر سمجھا۔" انہوں نے اسد کے بھیگے گال اپنے ہاتھوں سے صاف کیے۔

"نہیں مما! اب نہیں۔ اب شہریار سے زیادہ نہیں، شہریار کی طرح۔ بے شک اس سے کم سمجھیں مگر اپنا سمجھیں اور مجھ پر اعتماد کریں پلیز۔"

"فلم کا اینڈ ہو گیا ہو تو کھانے کی کچھ کریں؟" اچانک جمیل صاحب کی شوخ آواز ابھری تو اسد اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

شائستہ مسکراتے چہرے لیے کھانے کی ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔ سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔
شہریار کی متلاشی نظریں علینہ کی تلاش میں چاروں اطراف گئیں۔ مگر وہ شاید یہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔
کہاں؟ یہ وہ جانتا تھا۔

☼ ☼ ☼

ٹیرس پہ ریلنگ تھامے وہ خشوع و خضوع سے روئے جارہی تھی۔ جب شہریار کے کھنکارنے کی آواز گونجی۔ شہریار اس کی جانب آرہا تھا۔ سرشار و شاداں۔
"خبردار! آگے مت بڑھنا۔" وہ پھنکاری مگر شہریار ان سنی کیے آگے بڑھتا آیا۔
"میں کہہ رہی ہوں آگے نہیں بڑھوگے۔" انگلی اٹھا کر اس نے وارن کیا تھا۔
کیوں تم گولی مار دوگی؟" اتنے دنوں بعد اسے دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ شہریار کی شوخی بھی زندہ ہوگئی۔
"عزت پیاری ہے تو وہیں رک جاؤ۔" علینہ اتنی زور سے غرائی کہ گلے میں خراش پڑ گئی۔ تب تک شہریار قریب پہنچ گیا۔
"میری عزت' میری محبت' میرا سب کچھ تمہارا بلکہ میں پورا کا پورا تمہارا۔"
"مجھے یہ دو نمبر مال نہیں چاہیے' مجھے۔ تم میرے خالص جذبوں کے قابل نہیں۔" وہ زور' زور سے رو رہی تھی۔ آواز نیچے تو کیا سات گھروں تک جا سکتی تھی۔ اس خوف سے شہریار نے اس کے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ دیا۔
"گن گن کر بدلے لینا۔ میں واقعی تمہارا قصوروار ہوں مگر ابھی۔۔۔"
"معاف نہیں کروں گی تمہیں' ساری زندگی نہیں کروں گی۔" وہ چیخی۔

"اچھا نہ کرنا۔ مگر ابھی تو ان پیارے لمحوں کو محسوس کرو اور مجھے بھی کرنے دو۔" شہریار کا لہجہ مصالحانہ تھا۔ علینہ چپ ہوگئی تھی۔ مگر سسکیاں جاری تھیں۔ شہریار نے اس پل کو غنیمت جان کر اس کا سجا سجایا روپ دل میں اتارا۔
"قسم سے بالکل اسٹرابری لگ رہی ہو۔ دل کر رہا ہے۔۔۔"
"بکواس نہیں کرو۔" اس کے یوں کہنے پر وہ بے اختیار ہنس پڑی۔ شہریار نے جیب سے چین لاکٹ نکال کر اس کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔ وہ حیران سی ہوگئی۔
"اچھی حفاظت کرتی ہو میرے تحفے کی۔ ابھی بھائی کی کار میں گرا آئی تھیں۔ تھینک گاڈ! کہ اس میں تم نے اپنی اور میری تصویر لگائی تھی۔ ورنہ آج ڈراپ سین کچھ اور ہوتا۔"
اس نے کس کر مٹھی بند کرلی۔ شہریار نے اس کی وہی بند مٹھی پکڑ لی۔
"شہری! تم دوبارہ تو مجھے ایسے بیچ منجدھار میں نہیں چھوڑوگے ناں؟"
اس کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔۔۔ بے یقینی خوف' آس۔۔۔ شہریار شرمندہ ہوگیا۔
"کبھی بھی نہیں۔" اس نے کان پکڑ لیے۔
"اور اگر ایسا کیا ناں تو یاد رکھنا! اس وقت ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔ گولی مار دوں گی۔"
علینہ نے چھوٹی دو انگلیاں موڑ کر ہاتھ کو پستول کی طرح شہریار کی طرف اٹھایا۔ شہریار نے ہاتھ پکڑ کر اس کی انگوٹھی والی انگلی کھول کر ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ دوبارہ سرخ ہونے لگا تھا۔ سنجیدہ چہرے پہ لو دیتی آنکھیں۔ اس نے ہاتھ چھڑا کر بھاگنا چاہا مگر اب کہاں بچ سکتی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM